

حاصل کرنے والوں کے لئے نیز طلبہ کے لئے یہ رسالہ مفید ہے، قیمت ۳۰ لکھائی چھپائی عمدہ ہے، مذکورہ بالا پتہ سے یہ بھی مل سکتی ہے،

حکایات پنجاب، عرصہ ہوا اسے فلور اسٹیل (Flour Steel) نے نئیس آف دی پنجاب (Nees of the Punjab) لکھی اور مکین کمپنی کلکتہ نے اسے شائع کیا تھا، اب اسی کتاب کو جناب سید عبدالقادر صاحب ایم۔ اے پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور نے اردو کا جامہ پہنایا اور اسی کمپنی نے شائع کیا ہے، اس قسم کے افسانوں سے بظاہر بچوں کا دل بہلایا جاسکتا ہے، لیکن حقیقت اُن سے ملکہ ذہنی کیفیت کا بھی پتہ چلتا ہے، اور معلوم ہوتا ہے کہ کس طرح سے ملک میں بھوت، جن، فوق الفطرت قوت طلبیات، کا خیال موجود ہے، اور اس رسم محبت، طرز سفر طریقہ زندگی وغیرہ کیا تھا انہیں خیالات کو مد نظر رکھ کر لال بہاری ڈسے نے حکایات بنگال اور ایک دوسرے صاحب نے شیخ جلی کے نام سے قصص ہند لکھیں، ماہرین تعلیم نے بچوں کی اس ذہنی کیفیت کو دیکھ کر کہ وہ حکایات کے بہت مشتاق ہوتے ہیں ایسے قصے لکھے جن سے ان میں جب الوطنی، بلذہمی، وغیرہ کے جذبات پیدا ہوں لیکن اس کتاب کا پچاسی کے علاوہ اس قسم کا کوئی مقصود نہیں، اس کتاب میں ۱۵ مختلف افسانے ہیں، ترجمہ سلیس ہے لکھائی چھپائی بھی اچھی ہے، کتاب چھوٹی نفع کے ۸۰۰ صفحوں پر مشتمل ہے، اور مکین کمپنی بوبازار کلکتہ کے یہاں ہم کو مل سکتی ہے، ایک جگہ اس کتاب میں طوعاً و کرہاً گویا ہے، معلوم نہیں یہ مترجم کی یا کاتب کی غلطی ہے، بہر حال قابل اصلاح ہے،

—•••—

## مجلد چہارم ماہ جمادی الاول ۱۳۳۵ھ مطابق ماہ دسمبر ۱۹۱۲ء

عدد ششم

### مضامین

شذرات

۲۰۲-۲۰۴

سزا کبریا آپ نشد،

مولوی ابوالکلام مال صاحب ندوی

عبدالرحیم خان خانان،

مولوی نذیر احمد صاحب

انجمن اقوام

جناب ارشد علی صاحب

محاسن مستشرقین جرمنی

۲۲۲-۲۲۴

صبا مین کے عقائد

۲۲۴-۲۲۶

سلسلہ ادبیات ایران جلد چہارم

۲۲۶-۵۰

اخبار علمیہ

۲۵۱-۲۵۲

ادبیات

۲۵۵-۲۵۷

صمد نیات

مولوی سید تقی اللہ صاحب

جدید اخبار و رسائل

۲۶۳-۲۶۷

مطبوعات جدیدہ

۲۶۸-۲۷۰

### تصحیح

نمبر کے معارف کے صفحہ ۲۲۰ کے آخری ۲ سطروں میں "کم" کا لفظ زائد ہے، ناظرین تصحیح کر لیں، وغیرہ صفحہ ۲۶۸ میں سخاوت، فیاضی، فیاضی اور صفحہ ۲۶۹ میں حمت کی پھول حمت پھول اور زشتا، زشتا ہونا چاہئے



## بیشک کائنات

آج چار برس کے بعد پھر ناظرین معارف سے جدا ہو رہا ہوں، پہلے اگر یورپ کے ایوان و تصور کی زیارت سفر کا باعث تھی تو آج ملک عرب کے ریگستان و کوہستان کا شوق دانگیر ہے، یہ سفر حجاز و نجد تک جا کر اگر ختم ہو گیا تو امید ہے کہ یہ دوری تین ماہ سے زیادہ اپنے ناظرین سے دوبارہ ملنے کے لیے بقرار نہ رکھیگی، اور اگر پھر وراثت ام وغیرہ اسلامی ممالک نے اپنی طرف کھینچا تو اس بعد و فراق کا زمانہ چھ ماہ تک قائم رہیگا، اس اثنا میں معارف کی ادارت اور جمع و ترتیب ہمارے نوجوان رفقاء و المصنفین کے ہاتھوں میں ہوگی، دعا ہے کہ خدا ان نا آزمودہ کار باز و دن کو اس بوجھ کے اٹھانے کی پوری قوت عطا فرمائے،

سیر النبی کا تیسرا حصہ چھپ کر تیار ہے، صرف اس غلط کار غلط ناموں کی ترتیب طبع باقی ہے، سیرۃ کی دوسری جلد جب چھپ کر نکلی تو اس کا جلد سات سمندر پار دیار فرنگ میں تھا، اب جب اسکی تیسری جلد کی اشاعت کا وقت آیا تو بھی وہ ہندوستان سے در در لگیوں اور پہاڑوں میں ہوگا، اس طرح اسکی اشاعت کے افتتاح کی خوشی دیکھنے سے محروم رہیگا، تاہم انکی یہ توقع ہے کہ سیرت کے "میرد" کی خاک وطن، اس نابینا کی آنکھوں کا سرمہ ہو سکے،

افغانی حکام اور افسروں سے جب کبھی ملنے یا مراسلت کرنے کا موقع ملا، ہم نے ان کو کابل میں جیڈ پڑ پڑنے اسلوب و نصاب کے مطابق ایک دینی عربی درسگاہ و جامعہ عظمیٰ کے قائم کرنے کا مشورہ

دیا آج سے شاید دو سال پہلے ہنرمند میں ایک افغانی سفیر کا خط شائع کیا تھا جس میں انھوں نے اس قسم کی درسگاہ کے قیام کی تجویز کی تائید کر کے یہ خوشخبری سنائی تھی کہ عنقریب یہ تحریک خیال سے عمل میں آئیگی اور پانچ تخت کابل میں ایک بڑا عربی مدرسہ قائم ہوگا، پچھلے ماہ ستمبر میں دلی میں جب سابق وزیر خارجہ افغانستان آقا محمود طرزی سے ملاقات ہوئی تو دوران گفتگو میں انھیں پھر اصرار متوجہ کیا، انھوں نے وعدہ کیا کہ وہ اس مسئلہ کے متعلق ضروری مراسلت کریں گے، اب اخبارات سے یہ خبر سنکر نہایت خوشی ہوئی کہ آخر اس تجویز کے عمل میں آنے کا وقت آگیا، اور ایک عربی مذہبی درسگاہ اعلیٰ وہاں قائم ہو گئی، خدا کرے کہ یہ جامع عربیہ مشرق وسطیٰ کے مسلمانوں کا جامع ازہر اور دیتون ثابت ہو، اور تمام وسطی مشرق کے مسلمانوں میں علوم دینیہ، ادبیات عربیہ، تمدن اسلامی، اور احساسات قومی و ملی کے بیدار کرنے کا ذریعہ وسیلہ ہو

اسی سلسلہ میں ہم کو ایک اور حقیقت کا علم ہو کر نہایت خوشی ہوئی، کون نہیں جانتا کہ یورپ جا کر انسان خدا کو بھول جاتا ہے، اور اُس جی کو بھول جانا ہی، وہاں کی دھندلاری اور شرافت ہے، اس کا اثر ان مسلمان طلبہ پر جو مختلف اسلامی ممالک سے یورپ میں تعلیم کے لیے جاتے ہیں یکساں پڑتا ہے، اس اثر میں ٹرکی، مصر، اور ہندوستان کے مسلمان طلبہ سب برابر ہیں، لیکن افغانستان جس نے ابھی ابھی اس راہ میں قدم رکھا ہے اور اپنے نوجوانوں کو بغرض تعلیم یورپ بھیجنے کا آغاز کیا ہے، اس نے دوسرے اسلامی ممالک کے گذشتہ موجودہ تجربوں سے عبرت حاصل کر کے اسکی سخت کوشش کی ہے، کہ طلبہ کی ہرجااعت کے ساتھ ادنیٰ اخلاقی و مذہبی حالت کی نگرانی و ترقی کے لیے ایک ایک امانت مقرر کئے ہیں جو انکی دیکھ بھال کرتے ہیں،

میرزا خدا یداد خان سفارت افغان مشینہ پیرس کے سرکاتب ابھی حال میں پیرس سے



کابل واپس آئے ہیں۔ وہ ان افغان بچوں کے متعلق اپنے یہ چندیدہ حالات بیان کرتے ہیں۔  
 اس وقت یورپ میں شام، ایران اور مصر وغیرہ تمام اسلامی ملکوں کے طلبہ تعلیم کی  
 غرض سے یورپ میں مقیم ہیں، لیکن خدا جسکو ہدایت دے اس کو کوئی گمراہ نہیں کر سکتا، اور  
 جس کو وہ ہدایت نہ دے اسکی کوئی رہنمائی نہیں کر سکتا، ہمارے بچے بھلائی کے یورپ میں رکھ  
 بھی گئے مسلمان اور نماز پچگانہ اور صوم و تلاوت کے پابند ہیں، اور ممنوعات و محرمات سے  
 بالکل پاک و صاف ہیں، اور ان میں ایسی باہم سادات اور برادرانہ ہے کہ شہزادہ اور عام بچہ میں  
 کوئی تمیز نہیں معلوم ہوتی، ہم سپید ریش بڑھون سے کبھی کبھی صبح کی نماز قضا ہو جاتی ہے، مگر  
 ان کم سن مصوموں کی نماز قضا نہیں ہوتی، اپنے قوم و ملک کی محبت ان کے رگ و ریشہ  
 میں سرایت کر گئی ہے، فالحمد للہ۔

دارالمصنفین نے اپنے قیام کی اس تجویزی سیادت میں جس قسم کی علمی و مذہبی خدمات انجام دی  
 ہیں، ان کا ثبوت اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتا ہے، کہ اس کا ناظم دوم مرتبہ اہم ترین اسلامی و فوہین  
 مذہبی حیثیت سے یورپ اور عرب گیا، پہلے سفر میں اگر دارالمصنفین کو مستشرقین یورپ سے علمی برادری قائم  
 کرنے کا موقع ملا تھا تو اس مرتبہ شاید اسے علمائے اسلام سے علمی مواخات کی سعادت نصیب ہوگی

ہمایت خوشی کی بات ہے کہ دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن کی مجلس انتظامیہ نے اپنی ایک  
 مخصوص صحبت میں یہ تجویز منظور کی ہے، کہ اسکی مطبوعات کا ایک ایک نسخہ ۵۰۰ (پانچ سو) مصنفین کو تنقید  
 و تقریظ کے لیے دیا جائے، اور اسکی پہلی قسط مستند دہے جلد کی صورت میں ہم کو وصول ہوگی  
 اب بہا حث شرقیہ کی طباعت ہو رہی ہے اور اس کے بعد ابن دید کے جہرہ کی باری ہے،

جس کے لیے خاص طور سے نئے حروف بنائے جا رہے ہیں،

مولوی ابو ظفر صاحب ندوی گجرات کی قومی یونیورسٹی کے اسٹنڈ اسلامی کے استاد ہیں، اب  
 نے ان سے درخواست کی ہے کہ وہ گجرات کی اسلامی تاریخ مرتب کریں، اسی سلسلہ میں ان کو عبد القدوس  
 حسرتی کی انور السافر، بہادر شاہی، ملائی تاریخ محمود شاہی، تاریخ احمد شاہی، اور تاریخ مظفر شاہی کی ضرورت  
 ہے، اگر ناظرین معارف میں سے کسی صاحب کے پاس ان میں سے کوئی کتاب ہو تو مطلع فرمائیں،

مسلمانوں نے قرآن شریف کی حفاظت اس کے بقا اسکی کتابت، اسکی تحریر کی زیبائش و  
 رنگینی کی طرف جتنی توجہ ابدار سے اس وقت تک کی ہو اسکی مثال شاید دوسرے مذاہب میں نہ مل سکے  
 عہد اسلام میں بہترین کاتبوں کا فرض اولین یہ ہوتا تھا کہ وہ قرآن شریف لکھیں، عام مسلمانوں سے لیکر  
 حلاطین و امراء تک قرآن لکھنا باعث سعادت سمجھتے تھے، اور عہد جدید میں فن طباعت کی ابتداء سے  
 اس وقت تک نہ معلوم کتنے قسم کے نسخے اس کے شائع ہو چکے ہیں، ہمارے محترم دوست حافظ نذیر  
 احمد صاحب اپنے ایک خط میں قرآن و عجیب نسخوں کا جو حال میں لندن میں فروخت ہوئے ہیں ان الفاظ  
 میں تذکرہ کرتے ہیں،

”اخبار اسٹینڈین کلکٹور مورخہ ۲۳ نومبر ۱۹۲۲ء میں یہ خبر شائع ہوئی ہے:

”لندن میں سو سو بے (۵۰۰) کے نیلام میں دو قرآن شریف ہدیہ کے لیے

پیش کیے گئے تھے،

(۱) ایک بہت بڑی کا تقطیع کا قرآن جو طول میں ۴ فٹ، عرض میں ۱۷ فٹ، حجم میں



ایک فٹ، اور جلد لکڑی کی ہے،

ہر صفحہ میں دس سطریں ہیں، اور ہر حرف کی لمبائی چار انچ ہے، اور تحریر کا ڈھانچا اگر پورا پورا خطاط میں نہیں ہے تو نصف ثلث میں ہے، حاشیہ نہایت اعلیٰ درجہ کے گلکاری وغیرہ سے نقش و مزین، اور سنہری و طلاکاری سے مرصع، اور مطالعہ و مذہب ہے جزدان پر بھی قلم کاریاں ہیں، دزنی اور بھاری اس قدر ہے کہ دو شخصوں کو اٹھانے کی ضرورت ہو کرتی ہے،

ایک ہندوستانی نے ڈاک کے ہفتہ میں نیلام میں دو سو پونڈ میں اس بڑے قرآن شریف کو خرید لیا ہے،

(۲) دوسرا بہت چھوٹی قطع کا قرآن شریف جو طول میں ڈیڑھ انچ اور عرض میں بھی ڈیڑھ انچ ہے، اس بڑے قرآن شریف کے مقابلہ میں پیش کیا گیا تھا، یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اس پیمائش کا قرآن شریف بڑا ہوا پھر نادانیاں عیدم النظر ہے۔

اسی گرامی نامہ میں وہ ہم کو امید دلاتے ہیں کہ

”فقیر کا ارادہ ہے کہ ان تمام پیش بہا قرآن شریف کو جنگی زیارت ہندوستان کے گنجانوں میں کی، یا تو اسے دفتر ست کتب میں ان کا حال پڑھا ہے، مثلاً دکن کے ایک کتب خانہ میں دارالکتاب کا لکھا ہوا قرآن خط نسخ میں، یا اندیا آفس میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دست مبارک کا کوئی نسخہ لکھا ہوا قرآن جو اکبر کے کتب خانہ میں تھا اور اس پر اکبر کی مہر ہے، یا نذر محمد خان والی بلخ کے کتب خانہ کا قرآن جسے تیمور کے پوتے کی لڑکی شاہ ملک خانم نے خطاریجان میں نہایت کمال حسن لطافت سے لکھا تھا اور تربیت خان نے شاہ بلخ سے لاکر شاہجان بادشاہ کے کتب خانہ میں نذر دیا تھا، اور شاہجان اسے دیکھ کر نہایت خوش ہوا تھا، ایسے ایسے قرآن شریف پر ایک خاص مضمون

انتشار اندر جنوری میں معارف کے قارئین کرام کی خدمت میں پیش کروں جو خالی از دلچسپی نہ ہوگا، پہلے ارادہ تھا کہ ہر کتب خانہ کے ضمن میں ان کے قرآن شریف وغیرہ کو ذکر کروں مگر غور کرتا ہوں تو انکا ایک جگہ ہونا بہتر ہوگا، اب ان کو اکٹھا کر رہا ہوں۔

مالک اسلامی میں مصر خاص اہمیت اور امتیاز رکھتا ہے، عام حیثیت وہ صرف اپنی اندرونی آزادی کی مساعی کے لیے ممتاز ہے، لیکن اس کے ساتھ اس کو حریت و آزادی کی تمام ذہنی و اقتصادی برکات بھی حاصل ہو رہی ہیں تعلیمی حیثیت سے وہ ان انقلاب ہو گیا ہے، نئے نئے مدارس قائم ہو رہے ہیں اور علمی تصانیف کی تعداد روز بروز بڑھ رہی ہے اسی قسم کی ایک اہم تصنیف ڈاکٹر کی مبارک کی کتاب الاخلاق عند الغزالی ہے جس پر مصر کی یونیورسٹی نے ان کو ڈاکٹریٹ کی اعزازی سند عطا کی ہے،

یہ کتاب ۲۵۵ صفحوں کی ہے مولف نے پہلے اس میں امام غزالی کے زمانہ کے حالات لکھے ہیں اس کے بعد انکی سوانح ہے، پھر فلسفہ غزالی کے ماخذ بتائے ہیں اس کے بعد ارادہ، جبر، صدق صبر، مزاج، اور عورت وغیرہ عنوانوں کے تحت امام غزالی کی رائے سے بحث کی ہے اور بعض یورپین فلسفیوں سے مقابلہ کیا ہے،

آج سے ربع صدی پہلے ہندوستان کے ایک عالم نے بھی اس موضوع پر ایک کتاب لکھی تھی لیکن ملک نے اسکا جس طریقہ سے خیر مقدم کیا وہ ملک کی علمی مذاق کے لیے افسوسناک ہے،



# مقالہ

## کتب سرکاری ہند

از

مولوی ابوالجلال حسنانوی

برہمنوں کا علمی نخل مشہور ہے، وہ نہ صرف پلجھوں اور دانشوں سے اپنے علوم کو چھپاتے تھے، بلکہ اگر ویدوں کے پاک اشلوک شردوں کے قانون میں پرجائین تو مذہب ان میں سیسر پلا دینے کا حکم تھا، مسلمان جب اس ملک میں آئے تو ان کے ساتھ اس نخل کو برتنا اور بھی ضروری قرار پایا، البیرونی جب ہندوستان آیا اور اس نے ہندوستانی نجوم و ہیئت سیکھنا چاہی تو اسے سخت وقتوں کا سامنا کرنا پڑا،

باز ہمہ ایران، عرب، اور ترکستان سے آئے ہوئے مسلمانوں کا شوق علم جنھوں نے اب ہندوستان کو اپنا وطن بنالیا تھا، ان کو کسی طرح چین نہ لینے دیتا تھا، اور ان کی کوششیں ہر سنی نخل کے باوجود برابر جاری رہیں، جس کا اثر یہ ہوا کہ جہانگیر شاہ جہان اور عالمگیر کے عہد میں ہندو علمائین اس قدر وسعت خیال پیدا ہو گئے کہ وہ علانیہ اپنے علوم کو مسلمانوں تک میں پھیلانے لگے،

جہانگیر کے زمانہ میں، انجین کے علاقہ میں اچھدروپ اسم ایک متراض سنیا ہی تھا جو اخیر عمر میں متعرجلا آیا، خود جہانگیر کو اس کے ساتھ خاص دلی عقیدت تھی، یہ شخص ہندو ویدانت اور اسلامی تصوف دونوں کو بسم تطبیق دے کر بیان کرتا تھا، اس وجہ سے ہندو و مسلمان دونوں طبقہ کے لوگ اس کے محقق

ہو گئے تھے، اور اس کے جائے قیام پر سیلا سا نگار مہتا تھا حکم بیگ حکم متھرا نے اس کی ذات کو حکومت اور مذہب دونوں کے لیے خطرناک سمجھ کر اس کی جماعت کو منتشر کرنا چاہا اور بعض ہرداس خیزی کے جرم میں اس کو چند کوڑے لگوائے، جہانگیر کو اطلاع ہوئی تو اس نے حکم بیگ کو موقوف کر دیا اور اس کی جاگیر اور اس کا منصب ضبط کر لیا،

عالمگیر کے عہد میں ہندوؤں کی اس وسعت خیال میں اور ترقی ہوئی یہاں تک کہ ٹھٹھہ، ملتان، اور بنارس کے ہندوؤں نے اپنے مدارس میں مسلمانوں کو عام اجازت دیدی تھی، صاحب معاصر عالمگیری لکھتا ہے در عرض خداوندین پرورد (اورنگ زیب) رسید کہ در صوبہ ٹھٹھہ و ملتان خصوص بنارس برہمنان بطالت نشان در مدارس مقرر تدریس کتب باطلہ اشتغال دارند، در اغیان و طالبان از ہنود و مسلمان سائناتے بعیدہ طے نمودہ جست تحصیل علوم شوم نزدان جامعہ گمراہی بندہ ٹھٹھہ، ملتان، اور بنارس تین ہی مقامات میں ہندو اس قدر بے تعصب نہیں ہوئے تھے، بلکہ یہ بے تعصبی سب سے زیادہ کشمیر کے پندتوں میں پیدا ہوئی تھی،

ہندو لٹریچر کے ساتھ دھپسی محض مسلمانوں کے غیر مذہبی گروہ میں نہ تھی بلکہ صوفیائے اسلام کے ایک بڑے طبقہ نے بھی ہندوؤں کی تعلیمات کا مطالعہ کرنا شروع کر دیا،

شاہجہان کے عہد میں، ایک بزرگ حضرت ملا شاہ صاحب تھے داراشکوہ انھیں کامرید تھا، انھیں حکم سے داراشکوہ نے ہندوؤں کی ویدانت کا مطالعہ شروع کیا تھا،

اس زمانہ میں اگرچہ ہندوؤں کا وہ قدیمی نخل باقی نہیں تھا مگر وہ آپ نشدوں کی تعلیم کو بہت مخفی رکھتے تھے، خاص کر مسلمانوں سے اور بھی مخفی رکھی جاتی تھی، اور ان تعلیمات کو وہ ایسا راز سمجھتے تھے جسے ہمیشہ چھپا رہنا چاہئے،

لے آثار الامرا جلد اول ذکر مرزا حکم بیگ لے آثار عالمگیری جلد اول ص ۱۰۰



داراشکوہ اگرچہ شاہزادہ تھا، جسے ہمیشہ جنگ و جدال اور سیاسی چالوں کے جوڑ توڑ میں زندگی بسر کرنی پڑی، لیکن وہ اپنے پیر حضرت ملا شاہ کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کر سکتا تھا، اس لیے اپنے آپ کی تعلیم پر عبور حاصل کرنا اس کے لیے ضروری تھا، لیکن ہندو اس تعلیم کو چھپاتے تھے اس لیے اس کی آتش شوق اور مشتعل ہوئی چنانچہ بنارس اور کشمیر کے پندتوں کی مدد سے آخر کار اس نے اس منزل کو طے کر لیا اور چھ مہینہ کی مسلسل محنت کے بعد بالآخر اس نے ان کے اس راز سرسبز کو طشت از بام کر ہی دیا، اور پچاس آپ نشدوں کا ترجمہ کر ڈالا جس کا نام اس نے سر اکبر رکھا،

سر اکبر کا ایک علمی نسخہ دار المصنفین کے کتب خانہ میں موجود ہے، خط نہایت عمدہ ہے، اور قیاس یہ ہے کہ یہ نسخہ خود داراشکوہ یا اس کے کسی منشی کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے، آخری عبارت اس نسخہ کی یہ ہے:

این ترجمہ انچکھتا سے ہر چار بید کہ موسوم بستر اکبر است و تمام معرفت نور الانوار از فقیر بے اندوہ محمد داراشکوہ خود بعبارت راست بر است در مدت شش ماہ آخر دوشنبہ سبت و دوششم ماہ رمضان سہ ہیکہزار و شست و ہفت در شہر دہلی در منزل تکبودہ تمام رسانید، ازین گنج معرفت بہرہ در از ہستی موسوم خلاص گشتہ بہستی حق رسید رستگار جاؤ

گردید تمام شد کتاب ترجمہ انچکھتا موافق خبر بید

ہندوؤں کے مختلف مذاہب کی بنیاد، وید، برہمن، اور اپ نشد تین چیزوں پر ہے، مختلف نشد اور پران بعد کی تصنیفات ہیں، ویدوں کے متعلق آریہ سماجیوں کے علاوہ، ساتن دھرم کے پندتوں کا خیال یہ ہے کہ ایشور نے، انسانی شکل میں، سب سے پہلے برہما جی کے اندر ظہور فرمایا، داراشکوہ برہما جی اور حضرت آدم کو ایک ہی شخص کے دو نام سمجھتا ہے، غرض ابتدا سے خلقت میں، برہما جی کے مکہ (منہ) چار شبد (لفظ) نکلے یہی چار شبد، چار وید ہیں، پورپن محققوں کی تحقیق میں یہ چار دن وید ایک شخص کی تصنیف نہیں معلوم ہوتے بلکہ وہ ایک عہد کی ہی تصنیف نہیں ان میں سے سب سے قدیم رگ وید ہے

رگ وید بھی تمام و کمال ایک شخص کے کلام کا مجموعہ نہیں بلکہ مختلف العہد اور مختلف انخیال بزرگوں کے ملفوظات کا مجموعہ ہے،

برہمن کی تعریف داراشکوہ نے قصہ خوان بید کے لفظ سے کی ہے، داراشکوہ نے سر اکبر میں اکثر آپ نشدوں کے تحت چند برہمنوں کا ترجمہ بھی کیا ہے، چار دن وید نظم میں ہیں، برہمن انجین خطا کی شری تفسیر میں ہیں،

**آپ نشد** آپ نشد کے معنی ہیں ہم صحبت یہ لفظ آپ (قریب) اور شد (بیٹھا) سے بنا ہوا آپ نشدوں کی مذہبی تفسیر میں کی سی ہے ہر وید میں کچھ مکرر مصرعے، یا نیکے بند ہیں، جنکو چھند کہتے ہیں، ہر آپ نشد انجین چھندوں میں سے کسی چھند کی فلسفیانہ تفسیر ہے، داراشکوہ آپ نشدوں کے متعلق کہتا ہے کہ انچکھتا آیت توحید کہ سر پوشیدہ فی است، خلاصہ بید ہے آیت توحید کا لقب انجین چھندوں کے لیے زیادہ موزوں ہے، داراشکوہ کے سر اکبر کو دیکھ کر، ہم یہ رائے قائم کر سکتے ہیں کہ ویدوں کی تعلیم کو پہلے برہمنوں کے مصنفین نے، پھر آپ نشدوں کے مصنفین نے بہت بلند بنا دیا، آپ نشدوں اور برہمنوں میں، ویدوں کی بعض تعلیمات کی ایسی تفسیر ملتی ہے، جسے اصل سے کوئی علاقہ نہیں معلوم ہوتا، مثلاً اشومیدگیہ کی جو تفسیر آگے بیان ہوگی اس سے صاف معلوم ہوگا کہ اصل گانے والے اور ان کے طبوہ کی اولاد میں بہت فرق داراشکوہ کا دعویٰ ہے کہ اس کا ترجمہ لفظ بلفظ اور راست بر است ہے وہ لکھتا ہے کہ

این حق ہیں خود مبین چون نظر بر اصل وحدت ذات بود نہ زبان عربی و سریانی و عراقی، سنسکرت خواست کہ این انچکھتا را کہ گنج توحید است و داندگان آن در آن قوم ہم کم ماندہ اند زبان فارسی بے کم و زیادہ، بے غرض نفسانی بعبارت راست بر است لفظاً بلفظاً ترجمہ نمودہ بفہم این جامعہ کہ انرا از اہل اسلام این قدر پوشیدہ و پنهان میدانند، در آن چہ سر است،



داراشکوہ کو اس کتاب کی ساتھ اتنی حق عقیدت ہے کہ وہ اس کو کتاب قدیم قرآن مجید کی اصل اور کتاب کمون قرار دیتا ہے، اس لیے حتی الوسع اس نے ترجمہ میں کوئی غلطی نہ رہنے دی ہوگی، ہم چاہتے ہیں کہ انھیں آپ نشدوں اور برہمنوں کو پیش نظر رکھ کر جبکہ ترجمہ داراشکوہ نے کیا ہے ہندوؤں کے قدیم خیالات پر ایک نظر ڈالیں،

حقیقت روح سب پہلا آپ نشد ہے اس مجموعہ میں جگہ دیکھی ہے وہ چھاندوک (غالباً چانترک) شری کا آپ نشد ہے جو سام دید سے ماخوذ ہے (اس آپ نشد میں اسم الہی آدم شید کو اودکیتھ (وظیفہ) بنائیکا فائدہ اور طریقہ بتایا گیا ہے اس کے ماتحت ۱۲ برہمن درج کیے گئے ہیں ان بارہ برہمنوں میں سے صرف دوسرے برہمن میں ہست مطلق (ست) کا ایک انڈا بن کر اپنے اندر سے دنیا کو پیدا کرنے کا بیان ہے باقی برہمنوں میں حقیقت روح اور ہمہ اوست کے مسئلہ کا بیان ہے،

زیادہ تر برہمنوں کا خیال یہی ہے کہ اصل عالم ہی روح ہے جو ہمارے جسم کے اندر کار فرما ہے دنیا میں جو کچھ نظر آتا ہے سب کی خالق ہی روح ہے تمام چیزیں اسی ایک روح کا جلوہ ہیں یہی روح خدا ہے دیدوں کے برہما، ردر، بشن، پرچاپت، سورج، چاند، آگ، غرض تمام دیوتاؤں کو اسی روح نے وجود بخشا ہے، یہی مضمون مشترک طور پر اکثر آپ نشدوں اور دیدوں میں پایا جاتا ہے سب سے پہلے برہمن کا جو سب سے پہلے آپ نشد کے ماتحت درج کیا گیا خلاصہ یہ ہے کہ سرون (فرشتوں) اور اسرون (شیطانوں) میں ایک مرتبہ لڑائی ہوئی اسرون نے چاہا کہ کسی سے آدم شید کو اودکیتھ (وظیفہ) کے طور پر پڑھوائیں کیے بعد دیگرے انھوں نے، یوئیائی، گویائی، بینی شوائی، اور دل سے مدد چاہی، سب نے وظیفہ پڑھنے پر ابادگی ظاہر کی مگر سب کے دل میں ثواب کی خواہش موجود تھی اس لیے اسرون نے سب کو نقصان پہنچا دیا بالآخر وہ سب (پران جان) کے پاس گئے جان نے بے غرض ہو کر آدم کا وظیفہ پڑھا اور سب اسر ہلاک ہو گئے اس انسا کے بعد نتیجہ یہ نکلا گیا ہے،

”ہر کہ پران کہ اصل ہمہ است مشغولی کتھ کیسکہ ان مشغول دشمنی بخوابہ ہاندم نیست نابود شود“

اس کے بعد برہمن نے اودکیتھ کی حقیقت بتاتی ہے، اور برہمنی پر پیچ تقریر کے بعد نتیجہ یہ نکلا ہے کہ

”این ہمہ عالم برہم ست از برہم میشود و در برہم میاشد و در برہم فرد میرود“

..... (آئندہ کہ) اندرون دل است .....

ہمان آتما از زمین کلانتر است از ہمہ فضا کلان تر است از عالم بہشت (سورگ) ہم کلان تر است

از ہمہ عالم کلان تر است .....

در اندرون دل ہمان برہم است .....

بشن و ردر و آفتاب این سہ فرشتہ (دیوتا) ہیں پران است

اس آپ نشد کے ماتحت دوسرے برہمن کا خلاصہ یہ ہے کہ آگ، ہوا، سورج، اکاش سب

خدا ہیں، ساتوین برہمن کا خلاصہ یہ ہے کہ تمام حواس اور تمام اندریوں کا مبدی پران ہے، پران کی حقیقت

حرارت غریزی ہے، یہی حرارت غریزی یا پران عالم خارج میں بھی کار فرما ہے، تمام چیزیں اسی سے

ہوئیں یہی خدا ہے، بارہوان برہمن کہتا ہے کہ انسان کا جسم برہم پری یعنی شہر خدا ہے جس قدر دیوتا

ہیں سب اسی کے اندر موجود ہیں جس قدر لوگ (دنیا میں) ہیں سب اسی برہم پوری کے اندر موجود ہیں

فرشتوں نے ایک مرتبہ اندر دیوتا سے پوچھا کہ تم کون ہو انھوں نے ایک طویل لکچر دیا جس کا خلاصہ

یہ ہے کہ سب کچھ میں ہوں، غرض اکثر برہمنوں اور آپ نشدوں کا خلاصہ یہی (وہ تو ہی ہے) یا

برہم یا ”پرانو برہم“ ہوتا ہے،

اتھم اوست، یا اتھم ازوست، یا اتھم دروست کا خیال جو صوفیوں کے طبقہ میں عام طور پر مقبول

ہے وہ اپنے تمام دلائل کے ساتھ انھیں آپ نشدوں اور برہمنوں سے ماخوذ معلوم ہوتا ہے،



## عبدالرحیم خان خاناں

### خانخاناں کے کتب خانہ کی قلمی کتابیں،

از

مولوی حافظ نذیر احمد صاحب محقق آثار قدسیہ عجائب خانہ کلکتہ

اب میں آپ کو چند عظیم النظیر تخیل، بیش بہا کتابوں کی طرف متوجہ کروں گا، جسکی نظیر آج دنیا میں نہیں، اسی سے آپ کو خانخاناں کی علمی قابلیت، فضیلت، نکتہ دانی اور قدر شناسی کا پتہ چلے گا، مبارک ہیں وہ کتب خانے جن میں آج خانخاناں کے کتب خانہ کا کوئی بیش بہا نسخہ موجود ہے، ان پاکیزہ اور ستھرے نسخوں سے فقیر نے اپنی سیاحت کے زمانہ میں آنکھوں کو ٹھنڈک بخشا ہے اور انگریزی نوٹ لکھ کر ان کی اشاعت کی ہے، ۱۹۱۷ء کے ایشیاٹک سوسائٹی بمکال کے رسالوں میں ان کتابوں کے مختصر حالات معلوم فرما سکے ہیں،

سب سے پہلے رامپور اسٹیٹ کے کتب خانہ میں ایک تصوف کی کتاب نظر آئی جو ایک بڑے جلیل القدر بہت کے صوفی کی تصنیف ہے اور اس کا کاتب بھی ایک ممتاز و معروف خطاط اور قبلہ المکتب کا خطاب یافتہ ہے، علاوہ برین سلطنت مغلیہ کے دو مشہور سلاطین، جوہر حسنس، کے کتب خانوں کو بھی وہ کتاب زینت دے چکی ہے، اور ان دونوں بادشاہوں نے قدر کی نگاہوں سے دیکھا ہے، اس کے پہلے ورق پر تحریریں ثبت کی ہیں، اور اپنے مبارک دستخطوں سے جگہ دیکھنے کے لیے آج ہماری آنکھیں ترستی ہیں مزین کیا ہے،

مورت برائیں کی تعلیم، مسلمان صوفیوں کے خیال سے بہت مشابہ ہے، اسکی تعلیم یہ ہے کہ بنارس میں ایک راجہ تھا اجات شتر داس کے پاس درپت پالک نامی ایک جینو دھاری آیا، یہ راجہ عارف کامل تھا، چونکہ عارف کامل کا کوئی دشمن ہو نہیں سکتا اس لیے اس کا نام اجات شتر د تھا، درپت پالک نے راجہ سے کہا میں تمکو برہم کی حقیقت بتانا چاہتا ہوں راجہ نے کہا اچھا بتاؤ، ہندو بھی یونانی حکمران کی طرح مظاہر قدرت کے اندر الگ الگ ہر شئی میں ایک روح یا عقل مدبر، مانے ہیں جسکو پرش یا دیوتا کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے درپت پالک نے ہر ایک مظہر قدرت کا نام لیکر اسکی روح یا پرش کو "برہم" بتا کر اس کے اندر دھیان دینے یا مشغولیت رکھنے کا حکم دیا، مگر عارف کامل اجات شتر د نے ہر موقع پر اسکو خاموش کر دیا اور بتایا کہ یہ چیزیں برہم نہیں ہیں آخر میں درپت پالک نے کہا کہ پران برہم ہے، راجہ اجات شتر د نے اس خیال کی بھی تردید کر دی اب درپت پالک نے جو آتما کو برہم قرار دیا، عارف کامل راجہ نے اسکا بھی رد کر دیا، اور ایک طویل اپدیش دے کر یہ بتایا کہ، "برہم را دیک مظہر مخفیہ نیست بلکہ آن پریم آتما را محیط ہمہ وعین ہمہ و برتر از ہمہ و منزہ از ہمہ باید دانست۔"

کیونکہ انسان کے اندر جس قدر جو اس میں سب کے سب پران کے جلوے ہیں، پران جو آتما سے (جسکی حقیقت محض علم ہے) قائم ہے، تمام اندریوں (جو اس) کا وجود محض جو آتما کے وجود سے ہے، سو اپن (خواب) یعنی اپنے آپ کو پالنے کی صورت میں یہ تمام شکستیاں اور طاقتیں جو آتما کے اندر محو ہو جاتی ہیں، دنیا کی ہر چیز کے اندر ایک خاص روح ہے جو اسکی مدبر ہے، پریم آتما، ان تمام پرشوں (روحوں) کا پرش ہے اور جس طرح بدن انسانی کے اندر جو اس کے ذریعہ سے جو آتما مدبر ہے، اسی طرح وہ پریم آتما اشیائے عالم کی روحوں کے ذریعہ سے تمام عالم کا مدبر ہے، تمام روحیں اسی پریم آتما کے اندر سوچیں اور ادراک خودی کی حالت میں محو ہو جاتی ہیں،

(باقی)

لے سر اکبر میں راجہ اجات شتر د کو بتایا کہ راجہ کو گدہ دیش کا راجہ اور بودھ مت کا پابند بتاتے ہیں،



۹۹۸ھ میں آپ اس کتاب کو خانخانان کے کتب خانہ میں داخل ہوتے ہوئے پائین گئے، دوسری چیز اسی کتب خانہ کی ایک دوسری تصوف کی کتاب مصنفہ سلطان حسین بن سلطان منصور بالقرآن، نظر آئی یہ کتاب کسی ایرانی حیدر خطاط کی لکھی ہوئی ہے، اور اس میں ۵۲ خوبصورت، دلکش چھوٹی چھوٹی تصویریں ایرانی سانچے میں دہلی ہوئی ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ سلطان حسین نے اپنے کتب خانہ کے لیے لکھوایا تھا، مقام بہکرمین خانخانان کے پاس یہ کتاب پہنچی ہے اور ۹۹۹ھ میں اپنے کتب خانہ میں خان خانان اسے داخل کرتا ہے، پھر آپ کو دوسری تحریر جو اسی کتاب میں ہے پڑھ کر زمانہ کے انقلاب پر تعجب ہوگا کہ ۱۰۰۰ھ میں وہی کتاب سعادتمند خان محمد بخش کا پوتا والی فرخ آباد کے کتب خانہ کو زینت بخشی ہے،

تیسری شے حیدر آباد کے کتب خانہ میں ایک کتاب تعبیر رویا میں نظر آئی جس کا مصنف ابوریحان اندلسی ہے، یہ بھی کسی ایرانی کاتب کی لکھی ہے، اکبر بادشاہ نے اپنے ۱۰۰۰ھ جلوس میں اس کے باب بریم خان کو جو اس کا تالیق تھا عطیہ دیا تھا، اس کتاب کو اس نے اپنے کتب خانہ میں بھی داخل کیا تھا، ایک تحریر خانخانان کی آپ کو اس کتاب میں بھی نظر آئیگی،

چوتھے نمبر میں بانکی پور کے کتب خانہ میں ایک نادر الوجود شمس السعدی شیرازی کا نظر آئے گا، جس کا کاتب باقر بن ملا میر علی ہے، اس کے خط میں بھی نہایت حسن تھا، شاہجہان نے اسے وقعت کی نگاہ سے دیکھا ہے اور ایک نوٹ اس پر اپنے ہاتھ سے لکھا ہے، ۱۰۱۱ھ میں اس کتاب کو بھی اس کے کتب خانہ میں داخل ہوتے ہوئے آپ دیکھیں گے، اس پر دو مہرین ایک خانخانان کی اور دوسری عالمگیر کی نظر آئے گی،

پانچویں نمبر میں بانکی پور کے کتب خانہ میں ایک عظیم النظیر ادیب شہباز نسخہ یوسف دزلینا مصنفہ ملّا جامی ۱۰۱۵ھ کا لکھا ہوا نظر آئیگا، مشہور خطاط و موجد تملیق کی تحریر بھی آپ دیکھیں گے، ایک ہزار اشرفی

قیمت ہے، خانخانان نے ۱۰۱۵ھ میں جہانگیر کی خدمت میں پیش کیا،

اس کے بعد ایشیا ناک سوسائٹی بنگال کے کتب خانہ گورنمنٹ آف انڈیا کے ذخیرہ دوم میں ایک شہسما قرآن پاک کا نسخہ نظر آئیگا، جسے فقیر نے زمانہ سیاحت میں دہلی سے خرید کر گورنمنٹ آف انڈیا کے لیے ہم کیا تھا، آپ کو قرآن شریف کے آخر میں خانخانان کے نوٹ ملیں گے، جس میں اس نے قرآن پاک سے فال دیکھنے کا طریقہ بتایا ہے اور شروع میں محمد صالح جو سیوستان کا فوجدار تھا، اسکا ایک نوٹ شکستہ حروف میں آپ دیکھیں گے اور غور فرمائیں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ محمد جعفر شہر دردی خان کے سامنے ہی قرآن پیش کیا جاتا ہے اور پھر ۱۰۰۰ھ جلوس عالمگیری میں محمد منصور تھویدا کو شاہی کتب خانہ کے لیے حوالہ کیا جاتا ہے، اور محمد شفیع تھویدا کتب خانہ شاہجہان ۱۰۰۰ھ مطابق ۱۰۰۰ھ اور شہید علی الحسینی مرید عالمگیر ۱۰۰۰ھ کے مہردان سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ قرآن پاک ان دونوں شاہی کتب خانوں میں بھی علاوہ محمد جعفر اللہ دردی کے کتب خانہ کے کرسی نشین ہوتا ہوا دہلی پہنچا، اور دہلی سے ۱۰۰۰ھ میں فقیر کے ہاتھ لگا اور اس وقت سوسائٹی کے کتب خانہ میں رونق بخش ہے، محمد صالح نے اسکی قیمت بھی لکھی تھی مگر کسی یار شاطر نے اس عدد کو چھپیل دیا ہے، صرف ..... روپیہ مقرر شد باقی ہے،

اب ہمارے سامنے ایک پرانا قاموس کا نسخہ خانخانان کے کتب خانہ کا آتا ہے، خانخانان نے یہ نسخہ حکیم ابوالفتح گیلانی کو دیا تھا، جسکا ہندوستان کے معروف و ممتاز دانشا پرداز شمس العلماء ازاد مرحوم نے دربار اکبری (صفحہ ۶۶۶) میں ذکر کیا ہے اور اس قاموس سے آنکھیں روشن کی ہیں (۱) رسالہ خواجہ عبداللہ انصاری

یہ رسالہ تصوف، اخلاق وغیرہ میں ہے، مناجات و نصائح ہیں، قبائلیہ الکتاب سلطان

عبداللہ انصاری ایک مشہور صوفی ہیں، باب کا نام ابو منصور، داد کا نام ابوالعجب ہے، ۱۰۱۵ھ میں شہباز کے ہمین



علی الشہدی کا لکھا ہوا ہے، تاریخ کتاب السنہ ۹۰۲ھ، مظلوم مذہب حاشیہ میں بیل اور بوٹے بنے ہوئے  
 بن ۹۰۲ھ جمادی الاول کے کوخانخانان نے جہانگیر کو یہ نسخہ پیش کیا تھا، اسی مضمون پر صفحہ اول پر  
 جہانگیر نے اپنے ہاتھ سے یہ عبارت لکھی ہے: "رسالہ خواجہ عبداللہ انصاری، خط ملا سلطان علی از  
 پیشکش خانخانان بتاریخ ۹۰۲ھ جمادی الاول سنہ ۹۰۲ھ حررہ جہانگیر ابن اکبر بادشاہ غازی،

بقیہ حاشیہ) بن شہان کے بیٹے برات بن پیدا ہوئے، اور دین ۹۰۲ھ ربيع الاول ۹۰۲ھ کو ۸۴ سال کے عمر میں وفات  
 پائی اور برات کے مقام کا درگاہ میں مدفون ہوئے،  
 ملا سلطان علی الشہدی، خط نستعلیق میں لکھا ہے زمانہ تسلیم کے گئے ہیں، مشہد مقدس میں لوگوں کو تعلیم دیا کرتے تھے بہت  
 متورع و متواضع بھی تھے، مرزا بقیرا کے دربار میں ملازم رہے، ان کا بہت بڑا مربی امیر علی شیر نوائی تھا، شہر بھی  
 لکھا کرتے تھے ان کے دو شعر ہیں،  
 مرا عمر شصت و دو شد بشیش و کم، ہنوزم جوان است مشکین قلم  
 تو اغم نوشتن خف و جملے، ہنوزم کہ اعجب سلطان علی  
 انھوں نے ایک رسالہ قواعد فن خط میں قدما کے طرز پر لکھا ہے، کاغذ کے بابت اس رسالہ میں  
 وہ لکھتے ہیں کہ کون کاغذ عمدہ اور نفیس ہوا کرتا ہے:-  
 جنبہ کاغذ سر قندی، کنش رد اگر خرد مندی  
 کاغذ بہتر از خطائی نیست، حاجت آنکہ آزمائی نیست

اسی مضمون میں ۹۰۲ھ کا ایک افسوس ناک واقعہ قارئین کرام سے عرض کرنا چاہتا ہوں جس سے یہ معلوم ہوگا  
 کہ ہمارے علی خزانے کیونکر تلف ہوتے ہیں، بنارس کے ایک شہزادے ہمارے احباب میں تھے، ان کے پاس قطعات  
 ابن یمن کا ایک نسخہ اسی سلطان علی الشہدی کا لکھا ہوا نہایت مطلقاً و مذہب اور لا جو روی رنگوں سے نسبت درمیع  
 تھا، اور شاہجہان کے دست خاص کی تحریر بھی اس کے پہلے صفحہ میں تھی، اور جہانگیر کے کتب خانہ کرسی نشین ہوتا ہوا  
 بنارس میں شہزادہ موصوف کے پاس کسی طرح آگیا، افلاس کا مارا شہزادہ اس نسخہ کو لیکر کلکتہ پہنچا اور میری تلاش  
 میں ڈاکٹر عبد اللہ المامون سرور دہلی کے یہاں پہنچا، ڈاکٹر صاحب نے اس کو نہایت سستے داموں میں خرید لیا اور وہ اب  
 ملک ان کے پاس ہے،

وفات علی الشہدی | سلطان علی الشہدی کی وفات میں سخت اختلاف ہے صاحب مرآۃ عالم ۹۰۲ھ اور حبیب امیر ۹۱۹ھ  
 فرماتے ہیں مگر دونوں غلط معلوم ہوتا ہے، اس لیے کہ یہ رسالہ عبداللہ انصاری سنہ ۹۰۲ھ کا لکھا ہوا ہے اس لیے سنہ ۹۱۹ھ میں

اس کا زندہ رہنا ناممکن ہے،  
 مشر بیل نے اپنے اور نیشل باگرافیکل ڈکشنری میں اسکی شاگردی کے سلسلہ کو یوں بیان کیا ہے کہ سلطان علی  
 مولانا ظہر کے شاگرد بن اور ظہر جعفر کے، اور جعفر میر علی کے جو موجد نستعلیق ہے، مگر مولوی غلام محمد دہلوی اپنے تذکرہ  
 خوشو بیان میں فرماتے ہیں:- "دوسرا محمد مولانا سلطان علی الشہدی است کہ خط را دین طرز بدیع بیایہ والا نہاد اگرچہ  
 از مولانا ظہر تعلیم نہ گرفتہ اما از خطوط دے بسا استفادہ نمود و فیض دافر برداشت و خواہ وہ ظہر کے شاگرد ہوں  
 یا نہ ہوں مگر ان سے مستفید ہوئے تھے، واللہ اعلم بالصواب۔"

اس کے بعد شاہجہان کے کتب خانہ میں یہ رسالہ سنہ ۹۰۲ھ جمادی الثانیہ جلوس مبارک کے  
 دن داخل کیا جاتا ہے، شاہجہان نے اس مضمون کو اپنے ہاتھ سے یوں لکھا ہے: "بسم اللہ الرحمن الرحیم،  
 بتاریخ بسبب و جسم ماہ مہینہ آگهی موافق ہشتم شہر جمادی الثانیہ سنہ ۹۰۲ھ کہ روز جلوس مبارک است  
 داخل کتاب خانہ این نیازمند درگاہ شہزادہ شہاب الدین محمد شاہ جہان ابن جہانگیر شاہ اکبر بادشاہ  
 ۹۰۲ھ میں رسالہ خانخانان کے کتب خانہ میں تھا اور خانخانان نے جو تحریر لکھ کر داخل کیا  
 تھا وہ حسرت آمیز اور عبرت خیز ہے:- "و تاریخ سنہ ۹۰۲ھ آگهی موافق ۹۰۲ھ میں کتاب داخل عاریتاً  
 کہ در روزی زمانہ باین بیچارہ سپردہ، دوست نیکان و خاک پائے ایشان عبدالرحیم بن محمد میر غفر  
 اس رسالہ میں تین مہرین ایک خانخانان، دوسری جہانگیر، اور تیسری شاہجہان کی ہیں، اسکی  
 جلد بھی نہایت خوبصورت ہے اور اب نواب رامپور کے کتب خانہ میں موجود ہے،

## ۲۔ مجلس العشاق،

یہ بھی تصوف میں ہے اور چند مشہور عشاق کا بیان ہے، سلطان حسین جو امیر غمخور کا پر پوتا تھا  
 اسکی تصنیف ہے، یہ بہت بڑا شجاع بہادر اور جری تھا، ابوالغازی اس کا خطاب تھا، علوم و فنون کا  
 شائق تھا، ایک ترکی دیوان بھی اسکی یادگار ہے، تخلص حسینی ہے، ایک نامور الوجود کتب خانہ کا بھی وہ  
 مالک تھا، خاندان میر شہر تورخ اسی کے دربار میں تھا، امیر شیر علی نوائی سا فاضل علم دوست اسکا  
 وزیر تھا، خراسان میں اس نے ۲۸ برس ۴ ماہ سلطنت کی طبقات اکبری میں اس کا سال وفات  
 ۹۱۱ھ درج ہے،

اس کتاب میں ۵۲ تصویریں ایرانی قلم کی ہیں، نہایت بیش قیمت کتاب ہے ۹۱۹ھ میں خانخانان  
 کے کتب خانہ میں داخل ہوئی تھی، جو خانخانان کی تحریر سے ظاہر ہے:- "اللہ اکبر در تاریخ روز جمعہ ۹  
 شہر ذی الحجہ احرام سنہ ۹۱۹ھ داخل کتاب خانہ عالی نواب کا سنگار گردون اقتدار سپہ سالار خانخانان



بن نواب رضوان جاگہ محمد بیرم خانخانان شد در مقام بکر (بکر) لہ

پھر یہ کتاب ۷۷۸ برس بعد والی فرخ آباد بدر الدولہ شجاع الملک محمد سعادتمند خان بہادر  
اسد جنگ ابن نواب امین الدولہ محمد خردمند خان بہادر بیرجنگ خلف الرشید نواب مس الدولہ محمد  
خدا بندہ خان بہادر غصنفرخ جنگ کے کتب خانہ میں پہنچی، جیسا کہ غصنفرخ جنگ کے پوتے کی تحریر سے  
ظاہر ہوتا ہے: بتاریخ دوازدم ذی الحجہ ۱۱۶۳ھ مقدسہ روز جمعہ نسخہ مجلس عشاق بکتب خانہ نیاز  
درگاہ بدر الدولہ شجاع الملک محمد سعادتمند خان بہادر اسد جنگ ابن نواب امین الدولہ محمد خردمند  
خان بہادر بیرجنگ خلف الرشید نواب شمس الدولہ محمد خدا بندہ خان بہادر غصنفرخ جنگ والی ملک  
فرخ آباد داخل گردید۔ یہ رسالہ نواب رامپور کے کتب خانہ میں موجود ہے،

۳۔ رسالہ تبصیر الزویا،

تبصیر رویا میں البوریجان اندلیسی کی ایک دلچسپ کتاب ہے، اس میں عبدالرحیم خانخانان نے  
قال دیکھنے کی ترکیب قرآن پاک سے بتائی ہے، اور یہ کتاب بھی اس کتب خانہ میں اس کے باپ  
بیرم خان کے کتب خانہ سے آئی تھی، اور اکبر نے یہ کتاب بیرم خان کو ۱۱۳۳ھ جلوس دیا تھا جو اس کے  
نوٹ سے معلوم ہوتا ہے: "اللہ اکبر جل جلالہ این کتاب مستطاب از کتب خانہ والدی مغفور خانخانان

لہ بکر محب علی نے تین سال کے محضر کے بعد ۱۱۳۳ھ میں اکبر بادشاہ کے لیے فتح کیا یہاں کے نکسال سے صرف تانبے  
کے سکے جاری ہو کرتے تھے، مگر اس نکسال کے دام بہت نایاب ہیں، اکلکتہ عجائب خانہ میں ۱۱۳۳ھ میں ایک دام  
ایک شخص نے تحفہ دیا ہے، شاہجہان کے آٹھ چاندی کے سکے اور اونگ زیب کے تین اکلکتہ عجائب خانہ میں موجود ہیں  
لہ غصنفرخ جنگ محمد خان بگش کا نام ہے، ۱۱۳۳ھ میں محمد شاہ کے زمانے میں مالوہ کا صوبہ دار مقرر ہوا تھا، مرنوں  
سے انتظام کرنے کے باعث وہ ۱۱۳۳ھ میں الہ آباد کی صوبہ داری پر مقرر کیا گیا، یہ بگش خاندان کا  
سردار مانا جاتا تھا، شہر فرخ آباد کی بنیاد اسی نے اپنے مرنی فرخ سیر کے نام پر ڈالی، جمادی الاول ۱۱۵۷ھ  
میں اس نے وفات پائی،

بیرم خان است از عطایائے سلطان المعظم شاہنشاہ جلال الدین اکبر ۱۱۳۳ھ جلوس والا، العبد الحق  
عبدالرحیم: یہ رسالہ حیدر آباد کے کتب خانہ حفیہ میں موجود ہے،  
(۴) شش رسالہ سعدی،

۶۔ صفحہ میں تقریر دیا ہے، ۵۱ صفحہ میں مجلس پنجگانہ، تیسرا رسالہ سوال میں صاحب دیوان کے  
چوتھا رسالہ عقل و عشق میں، ۵۱ رسالہ نصیحت الملوک، ۶۱ رسالہ حکایت اکیانوں،

پیشش رسالہ شاہجہان کے کتب خانہ میں بھی کرسی نشین تھا، جو اس کی تحریر سے ظاہر ہوتا  
ہے: "الحمد للہ الذی انزل علی عبدہ الکتاب حررہ شہاب الدین محمد مستخران ثانی شاہجہان بختیاری علیہ السلام  
۱۱۳۳ھ میں یہ رسالہ خانخانان کے کتب خانہ میں تھا، اس کا بھی ایک مختصر نوٹ ہے جو  
جگہ مٹ گیا ہے صرف سنہ اور چند جملے اور اس کا نام پڑھا جاتا ہے، خانخانان اور عالمگیر کی ہرین  
ہیں، جہانگیر ممکن ہوا پڑھا ہے: "اللہ اکبر و شکیب شنبہ: ۱۱۳۳ھ... رسالہ است حررہ عبدالرحیم  
خانخانان ۱۱۳۳ھ میں اودی پور میں پیش ہوا تھا، مگر کسی شریعہ جیل نے باقر کے نام کو پھیل کر میر علی بنادیا  
ہے غالباً اس نے شاہجہان کی تحریر کو پڑھا نہ ہوگا، اور تاریخ ۱۱۳۳ھ بنادیا ہے، باریک تفتیش میں  
یہ رسالہ باقر نے لکھا ہے، سنہ ۱۱۳۳ھ رول کے اندر لکھا ہوا ہے، اب انکی پور کے کتب خانہ میں موجود ہے،

(۵) یوسف زلیخا،

یہ بیش قیمت نسخہ یوسف زلیخا کا ۱۱۳۳ھ میں ہرات میں میر علی نے لکھا تھا جو کتاب کے آخر کی  
تحریر سے ظاہر ہوتا ہے: "تمت الکتاب بعون الملک المستعان علی ید العبد الضعیف میر علی فی اوائل رمضان سنہ

۱۱۳۳ھ علی سادات ہرات میں سے ہیں ان کے باپ کا نام محمد اور تخلص رفیقی تھا، حسرتہ میں پیدا ہوئے تھے مگر نشو و نما  
مشہد میں پائی اور اپنی زندگی کا بہت بڑا حصہ بخارا میں بسر کیا، عربی فارسی اور شعر کہنے میں بھی دخل تھا، بخون  
مخلص تھا، ان کے مندرجہ ذیل اشعار سے ظاہر ہوتا ہے، کہ بخارا میں انھوں نے بہت تکلیف اٹھائی اور  
سلطنت نے ان کی قدر رکھی تو مائے ہن: ۱۱۳۳ھ  
عمر سے از مشق دو تا بود قدم بہچون چنگ  
طالب من ہمسہ شاہان چا شد و مرا  
نما کہ خط من بچارہ بدین دستا نون شد  
در بخارا جگر از بسر حدیث خون شد  
(بقیہ صفحہ ۴۲۰)



نمائندین و تسمائے بدیستہ الہرۃ خانخانان اسے ۲۷ محرم روز دوشنبہ ۱۱۸۹ھ میں  
جہانگیر کی خدمت میں دارالخلافہ اکبر آباد (اگرہ) میں پیش کرنے کے لیے ارسال کرتا ہے، اور  
اس یوسف وزینا کی قیمت ہزار مہر تھی، جس کو جہانگیر بادشاہ نے اپنے نوٹ میں ظاہر کیا ہے،  
جہانگیر نے یہ مضمون لکھا ہے: "در روز شنبہ دوم محرم سنہ ہزار و نو زدہ دارالخلافہ اکبر آباد  
بسایہ چتر آسمان پایہ آرایش پذیرفت... و درین روز یوسف وزینا فی... مخطی ملا میر علی مصور  
و مذہب کہ ہزار مہر قیمت داشت، و سپہ سالار خانخانان بطریق پیشکش ارسال شدہ و معروض گردید"  
یہ نسخہ نہایت مطلقاً و مذہباً، سنہ سے اور نقوش و ولون کے اندر باریک تعلق میں میر علی  
نے لکھا ہے، اور نہایت ہی پاکیزہ ہے، بانکی پور کے کتب خانہ میں موجود ہے،

۶۔ قرآن شریف،

سوخت از غصہ در دہم چہ کنم چون سازم کہ مرا نیست ازین شہر دہے بیرون شد  
خوشنویسان جہان ساغر عشرت نوشند ساغر عیش مرا بین کہ سرا سر خون شد  
این بلا بر سرم از حسن خط آمد روز وہ کہ خط سلسلہ پاکے من بخون شد  
عبداللہ از بک خان جو ۱۱۹۹ھ میں سمرقند و بخارا کے تحت سلطنت پر بیٹھا تھا اور ۱۱۹۹ھ میں ۵۱ سال  
تحت نشینی کر کے ۶۶ سال کے عمر میں انتقال کیا تھا جس کی تاریخ وفات "قیامت قائم شد" سے نکلتی ہے اسی  
عبداللہ از بک کے ہمراہ ایک مدت تک رہا، اس نے اپنے لڑکے عبداللہ بن خان کا استاد مقرر کیا تھا، مگر بخارا کی  
آب و ہوا اس نہ آئی، جہانگیر بادشاہ کا ایک مرتبہ اسی امیر علی جنون نے درست کیا تھا اور ایک کتبہ بھی تھا  
عجب نادار روزگار تھا، اس نے مدرسہ بخارا کی تاریخ کہی ہے:۔۔۔  
میر عرب قطب زمان غوث دہر ساخت چنین مدرسہ بوالعجب  
بوالعجب این بست کہ تاریخ آؤ مدرسہ عالی میر عرب  
خط طبعید پر یعنی تعلق، نسخ، ثلث، ریحان، تحقیق، رقاع، بہاری پر ایک قاعدہ لکھا ہے اور  
اپنی خود ستالی کی ہے،

شاعرانہ سخن و ساحر م در فن خط نیز بے ماہر م  
فیض مسکا نہ دم می جسد آب حیات از قلم سے جسک  
اس کی دو کتابیں ایک تو رسم الخط کے نام سے اور دوسری کتاب خط سواد کے نام سے تصنیف  
ہے، کتب خانہ برٹش میوزیم لندن میں یہ دونوں کتابیں موجود ہیں، مفصل حالات کے لیے جیب اسیر دیکھیے  
اس کے سال وفات میں اکثر مورخین نے اختلاف کیا ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ تقرباً ۱۵۰ھ ہجری میں  
انتقال ہوا۔

۶۔ قرآن شریف،

یہ نادار الوجود نسخہ قرآن پاک کا ایشیا ٹک سوسائٹی بنگال کے کتب خانہ میں ۱۹۰۹ھ میں  
داخل ہوا ہے، دہلی کی سیاحت میں مجھے حاصل ہوا تھا اس کا طول تقریباً ۱۱ انچ اور عرض ۷ انچ  
بین السطور بارہ ہین، شگرت سے نشانات رکوع، ربع، نصف و ثلث بنے ہوئے ہیں، اور  
آیات کے نشانات لاجوردی نیلگون اور سنہرے ہین شروع کے دو عنوان نہایت مربع و مرتب  
ہیں، تمام سورتوں کے عنوان زرافشان ہین، مضمون نویسی کے وقت فقیر نے اس قرآن کو جو دیکھا  
تو نہایت صدمہ جائیگا ہوا، اگر ایٹیا ٹک سوسائٹی بنگال کے اہل حل و عقد اس کے مرمت کی طرف  
اپنی توجہ عالی مبذول نہ فرمائیں گے تو یہ نادار الوجود نسخہ دنیا سے چند روز ہی کے اندر معدوم ہو جائیگا  
اس کے اکثر اوراق بیری کے پتے کی طرح خشک ہو گئے ہیں اور ہاتھ لگاتے ہی چور ہو جانے کا خوف  
ہوتا ہے، اوراق کے رنگ خراب ہو گئے ہیں،

کاتب کا نام نہیں ہے مگر کسی استاد نسلخ کا لکھا ہوا ہے، نہایت پختہ نسخ ہے، اور باریک  
نسخ میں عربی الفاظ میں تفسیر بھی ہے، قرآن شریف کے اول ورق میں شکستہ حروف میں مندرجہ  
ذیل عبارت محمد صالح کی ہے: "مصحف مجید بخط نسخ ترجمہ در بین السطور بخط خفی نوشتہ چار لوح  
دجہ ول و طارنگ آمیز اکثر اوراق آب رسیدہ داغدار بر جوشی اوراق، خط خانخانان عبدالرحیم  
ابری جلد، طلس زر و وزی استر... بابت پیشکش محمد جعفر مخاطب بالہ در دینان تباریخ ۱۲۱۰ھ  
الاور"

لے محمد صالح، یہ مرزا علی ترخان کا لڑکا جو، ناثر الامراء کی تاریخ وفات نہیں ملی، معلوم ہوتا ہے کہ کچھ دنوں  
شاہی کتب خانوں کے چارج میں بھی تھا، ایک اور محمد صالح خوشنویس ہے وہ شاہجہان کے کتب خانہ کا داروغہ تھا  
مگر ۱۰۱۱ھ جلوس شاہجہانی میں وہ مر گیا، اس لیے تاریخ اللہ وردی کی اس سے مطابقت نہیں ہوتی ہے، لہذا  
یہی محمد صالح ہوگا، جس نے دونوں سلاطین مثلیہ اور اللہ وردی خان کا زمانہ پایا ہے، اسلئے محمد جعفر خان الملقب  
بالہ وردی، یہ معروف و مشہور اللہ وردی خان کا خلف اکبر ہے، اس کا نام محمد جعفر ہے، فطرت نے اسکی گھنٹی میں  
ظرافت، اور بیباکی کوٹ کوٹ کر بھری تھی، شجاعت و ہمت نے بھی اسے دودھ پلایا تھا اور ولادری کے نمک سے



سندہ جلوس مبارک از وجہ مفتاح تحویل محمد منور شد۔ (العبد محمد صالح)

اور آخرین خانمان نے ترجیح کر کے نوٹ لکھا ہے جس میں قال دیکھنے کا طریقہ قرآن مجید  
 ”بسم سبحانہ طریق قال جلالی نیست کہ اول یک نوبت فاتحہ الکتاب بخواند و سر تہ قل موثدا  
 و آیتہ الکرسی تا خاندن سہایت بخواند و وہ کرہ درود فرستد بعد از آن مصحف مجید و در دست گرفت و این  
 ”و عندہ مفتاح الغیب لا یغیب الا ما ہو علم ما فی البر و البحر و ما یقرب من قریبہ الا ما یلہو و لا یخیر فی ظلم الا  
 و لا یطلب فی لایس الا فی کتاب شہین“ و خواند مصحف یکشنبہ کلمہ جلیلہ اللہ را کہ در صفحہ شہین باشد ہر چہ را یاد  
 اسم ہر کہ اسم اللہ را بران بیفزاید ہر قدر کہ جمع شود و اور بشمارد و بعد از تمام شہر حال کہ برسد و صفحہ بی سطر باشد  
 ہر حال کہ تمام شود یعنی آیت کہ تمام سطر یکجا ہوتی شد با ملائکہ آیت نوہ حکم از ابن عمر روایت بداند شنبہ چہ شنبہ یاد و تمام  
 سندہ جری، حرزہ عبد الرحیم بن محمد مریم عنہا، در قصبہ کمر کون من مضافات بیجاگو۔

بقیہ حاکم) پانچا اور جو دو خان کا بھی ذائقہ شناس تھا، صاحب علم و فضل بھی تھا، اس کا دیوان بھی ہے، صاحب آثار الامراء نے ایک شعر  
 سے کمر ز قاضی نتوان بود در طلب حدیثش می خورد کہ رساند بے لب  
 بیستہ عالمگیری میں مقرر کی فوج دہلی سے تبدیل ہو کر گورکھ پور کا فوجدار مقرر ہوا معلوم ہوتا ہے کہ بیستہ عالمگیری میں جبکہ وہ گورکھ پور  
 کا فوجدار تھا اس نے قرآن عالمگیری کو پیش کیا ہوگا، اور اس وقت محمد منصور جبکہ ذکر اخیر میں آتا ہے جو ملکہ تھا اس کے سپرد یہ قرآن  
 شریف کیا گیا، بیستہ عالمگیری میں محمد جعفر کا انتقال ہوا، اسے محمد منصور ہیہ تہایت خان کا پوتا ہے ایران کا رہنے والا ہے، اسکا  
 داد و احباب خان بیستہ عالمگیری میں برار کا صوبہ دار مقرر ہوا تھا سندہ امین تہایت خان کی وفات ہو، محمد منصور کو عالمگیر نے کمیت  
 خان کا خطاب عطا کیا تھا، اور پھر بیستہ عالمگیری میں سوار کا منصب بھی عطا فرمایا تھا، معلوم ہوتا ہے کہ کچھ دنوں تک کتب خانہ کا تحویل دیا  
 علاوہ خانمان کے کتب خانہ کے یہ قرآن شریف شاہجہان اور عالمگیر کے کتب خانوں میں بھی زینت بخش و یکجا ہے شاہجہان کے  
 کتب خانہ کے ہتم محمد شفیع کی ایک تہذیب کی اور عالمگیر کے کتب خانہ کے ہتم سید علی حسینی مرید عالمگیری کی ایک تہذیب  
 کی ثبت ہے، محمد صاحب نے اسکی قیمت بھی لکھی تھی مگر کسی بارشاطر نے روپیہ کے قدام کو جھیل دیا ہے صحت اور دسپسہ مقدر  
 شد۔ پڑھا جاتا ہے،

سندہ انفاذ شب سے معلوم ہوتا ہے کہ خان خانان دن کو امور ہیات میں مصروف رہا کرتا تھا،  
 رات کو ملاو کتب کے لیے مقدر رہتی، چنانچہ جو تھے نمبر میں بانگی پور کے کتب خانہ میں جو  
 شش سالہ سعدی ہے اس میں بھی خان خانان نے شب یکشنبہ ہی لکھا ہے،

(۷) کلیات سعدی،

سعدی، کے کلیات سے کون واقع نہیں اس کے پیشا قلمی نسخے ملتے ہیں، اور مل سکتے  
 ہیں، مگر ایسا بے بہانہ شاید ہی کسی کتب خانہ میں ہو، کتب خانہ رامپور کی خوش قسمتی ہے کہ اسکی الماریوں کو  
 یہ زینت دے رہا ہے،

سندہ کی کتابت ہے، نہایت ہی پاکیزہ نستعلیق میں لکھا ہوا ہے، کاتب کا نام نہیں، مگر کسی  
 شیرازی قلم کا کمال معلوم ہوتا ہے، خوشخطی، نقاشی، مصوری، مطا کا سی، گلریزی، زرافشانہ، کے  
 علاوہ اس کے نوٹوں سے بڑے بڑے جلیل القدر امرار اور افسران دربار اکبری کے حالات مترشح ہیں  
 ان لوگوں کو نایاب کتابوں کی فراہمی کو شب بینی، کا بیحد شوق تھا، یہ بھی ظاہر ہوتا ہے، طبری مذاق والے  
 احباب، اور تانچ سے چسپی رکھنے والے اصحاب جو ہر شناسی کی آنکھوں سے ملاحظہ فرمائیں گے، اور جو  
 دو ماغی لذتوں کا ذائقہ چکھیں گے،

یہ کلیات سعدی، منعم خان کو جو اکبر کا وزیر اعظم تھا، بہادر خان، برادر خان زمان نے اپنے مرنے  
 کے کچھ پیشتر جو پور میں بھیجا تھا، منعم خان نے پانچ سو روپیہ لانے والے کو انعام دیا تھا، اسی سے آپ منعم  
 خان کی قدردانی کو ملاحظہ فرمائیں، کہ کیسا قدردان اور جو ہر شناس تھا، پھر بیستہ میں اس کلیات  
 کو پوری طرح ملاحظہ کرتا ہے اور جیسا کہ کتب خانہ کی تحویل میں داخل کرنے کے قبل جائزہ اور کتاب کے  
 واقعات لکھے جاتے ہیں دست خاص سے اس پر یہ لکھا ہے کہ ”بیستہ میں اس کلیات سعدی میں  
 (۳۰۹۴) اوراق میں، عدد ابیات، سطور، متن اور حاشیہ ملا کر (۹۰۰۰) ہیں، حاشیہ (۴۰۳۸) مع دو  
 دسمہ اور دیا چہ، صورت اور چار لوح شیرازی ہیں، اس کے بعد وہ دستخط کرتا ہے

پھر اس کے نیچے عبد الرحیم خان خانان کی تحریر ہے، کہ ”علی مردان خان نے گجرات میں سلطان  
 مظفر گجراتی کی مفتوحی کے بعد ۱۵۹۲ء میں مجھے یہ نسخہ پیشکش کیا ہے، اس کے بعد وہ اپنے دستخط



ثبت کرتا ہے اور دستخط کے بعد اپنے مطالعہ کتب بینی کے عرق ریز شوق کو بھی جاتا ہے کہ میں نے شروع سے آخر تک مطالعہ کیا، اور صرف مطالعہ نہیں بلکہ اس کتاب سے انتخاب بھی کیا،

ان امر کی تحریر دن کو پیش کرنے کے بعد میں ان کے مختصر حالات مآثر الامرار وغیرہ سے پیش کر دینگا تاکہ آپ کو تاریخی واقعات سے اس کلیات سعدی کی قدر معلوم ہو، منعم خان کی تحریر یہ

”این کلیات حضرت شیخ سعدی قدس سرہ را آن عزیز بہادر خان در بلدہ پسرور

جو پور بندین فقیر زیستاد بود، پانصد روپیہ انعام شد، در تاریخ نہ صد و ہفتاد و شش، اعد

اوراق این کتاب سی صد و نو و چہار است، عدد ابیات و سطورش از متن و حاشیہ نوزدہ

ہزار و ہفتصد، حاشیہ چہار ہزار و ہفتصد و بہشت است، مستطبر و دوسمہ، و دیباچہ مصو

و چہار لوح شیرازی“

ابجد منعم بن بریم مغفرا اللہ ذلہ بہادر ستر عجب بہا۔

۲۔ عبدالرحیم خانخانان کی تحریر:-

”اللہ اکبر، در گجرات بعد از فتح سلطان مظفر گجراتی علی مروان خان بہادر گزرائید

تاریخ نہ صد و نو و دو و ہجری، حررہ عبدالرحیم ابن محمد بریم، از ادل تا آخر مطالعہ بلکہ انتخاب ہم ملوم“

۳۔ بہادر خان، باب کا نام حیدر سلطان، قوم کا ادبک، اور شیبانی خان کے خاندان سے تھا، اگر شیبانی خان کے اولاد میں تھا اور اس کا باپ خاص ازبک تھا، لیکن مان ایرانی تھی، اور اس نے ایران میں پرورش پائی تھی، بہادر شیبانی صاحب تھا، اس کا بھائی عقلی خان تھا، جو خان ومان کے نام سے مشہور تھا، سیستان سے یہ لوگ آئے تھے، بہادر خان بڑا جبری، اور فوج تھا، سینہ میں شیر کا دل اور ہاتھی کا کلہر لیکر دنیا میں آیا تھا، اکبر کے دربار میں ایسی جاننا زبان کہیں کہ اگر اپنے اوپر ملک حرامی کا داغ نہ لگتا، اور اکبر کے حکم کا مطیع ہوتا تو دلاوری میں ستم و اسفندی کی جگہ پاتا، حاصل کلام یہ دونوں بھائی خان زمان اور بہادر خان، اکبر کا مقابلہ نہ کر سکے، فتح مبارک اکبر تاریخ ہوئی اور ۹۵۹ھ میں یہ دونوں قتل ہوئے قتل کی تاریخ کا قطعہ یہ ہے:-

قتل علی علی و بہادر ز جو دچسہ رخ جانان پسر اس ازمن بیدل کہ چون شین

(بقیہ پیشہ)

جسم و عقل چو سال وفات شان

آہے زرد دل کشید و گھٹا د خون شدہ

بہادر خان کا بھائی خانزمان، علما، شعرا، ادراہل کمال کا بڑا قدر دان تھا، اس کا تخلص سلطان تھا،

شہر زائید اسی کا بسایا ہوا ہے، غازی پور سے، کوئٹہ ہے، آج کل غلڑے کے بعد ریلوئی کا ایک اسٹیشن ہے،

۴۔ منعم خان، اس کا اصلی نام منعم بیگ، باپ کا نام بریم بیگ، بھائی کا نام فیض بیگ، قوم کا ترک، بہایون کی خدمت

سے خان خانی کا خطاب پایا، جب اکبر تخت سلطنت پر جلوہ فرما ہوا تو اس کی عمر ۷۰ سال سے زیادہ کی تھی، ۹۵۹ھ میں جان

نے اسے کابل میں اکبر کا تالین مقرر کیا تھا، اسی نے اپنی حکمت علی و سلامت رومی کے زور سے کابل کو بر باد دی سے

بچایا، ۹۵۹ھ میں منصب و کالت اور خطاب خان خانی سے سرفراز ہوا،

۵۔ ۹۵۹ھ میں جب اس کے بڑھاپے کے اقبال کا ستارہ چمکنے لگا اور بہادر خان اور خان زمان کے خون

سے زمین رنگین ہوئی، اور مشرقی فساد کا شعلہ گل ہوا، تو اکبر نے انھیں کل علاقے یعنی جو پور، بنارس، غازی پور،

دریائے جوسہ کے کنارے یک اس کے حوالہ کیا یعنی گورنر محل خلع شاد نہ اور اسب خاصہ عنایت ہوا،

آخر میں یعنی ۹۸۲ھ میں داؤد شاہ حاکم بہار کو نہایت دی، (فتح بلا دینہ، تاریخ ہے، اور دوسرا مہر کی چوٹا

ہے، سے ”ملک سلیمان زدا کو درفت“، بنگال کا گورنر ہوا، اور گورنر جس کو لکھنؤ کی کہتے ہیں اس کو دارا

بنایا، وہاں کی آب و ہوا اس نے آئی تو ماندہ میں دار السلطنت منتقل کیا، وہاں کی آب و ہوا نے بھی موافقت نہ کی پکا

ہو گیا، اور دس دن بیمار رہ کر لا زوال ابدی دار السلطنت کی سیر کی، اتنی سال سے زیادہ عمر پائی تھی،

اضلاع مشرقی میں اس نے اپنی عالی ہمتی کی یادگارین بہت چھوڑی ہیں، ۹۵۵ھ میں دریا گوئی پر ایک

مستحکم ٹپ بنایا ہے جس کو تین سو سال گزے چکے لیکن اب تک ذرہ برابر اس میں جنبش نہ آئی، پل کے پورب طرف حمام

کے پاس یہ اشعار کندہ ہیں:-

خان خانان خان منعم اقتدار

بہتہ این پل را بتوفیق کریم

نہم اور منعم ازان آمد کہ ہست

بر خدای ہم کریم و ہم رحیم

از صراط المستقیم ظاہر است

شاہراہ سوئی جنات انیسیم

رہ بتاریخ بری گرافنگنی

لفظ بدر از صراط مستقیم

یہ نامور سپہ سالار، منعم خان، عزت و آبرو کو بہت عزیز رکھتا تھا، مزاج میں اعتدال، محکم و کرم اس کے

مصائب تھے، بہادر خان جس نے اپنی موت کے قبل کلیات سعدی کا نسخہ اس کو بھیجا تھا، اس کو اور اس کے بھائی

خان زمان کو بہت عزیز رکھتا تھا، چنانچہ خود اس کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ آن عزیز بہادر خان کر کے اس کو لکھا

ہے، بہادر خان کو اس نے کئی مرتبہ اکبر کے عتاب سے بچایا اور خطا معاف کرائی تھی، منعم خان کے لیے یہ بڑی فخر کی بات ہو کہ اپنی



تحت اور معتدل مزاجی اور تدبیر سے اس نے خود اپنی ذات سے ترقی کی کیونکہ اس کا سلسلہ خاندان امارت نہیں  
منعم خان کی دوسری تحریر دیوان مرزا کامران، السنہ ۹۶۴ھ برادر بادشاہ بہاولون پر موجود ہے،  
کامران کا دیوان باقی پورے کتب خانہ میں ہے، یہ نایاب نسخہ ایک درجے بہا ہے، کامران کی زندگی میں مشہور خطاط  
محمود بن اسحاق شہابی ہر دی، شاگرد میر علی ہر دی نے عجلت میں لکھا ہے:-

تمت دیوان حضرت الاعلیٰ حفظہ اللہ تعالیٰ عن الکافات والبلایا، علیٰ يد العبد الضعیف محمود بن

اسحاق الشہابی ہر دی علیٰ طریق الاستعجال حفظہ اللہ تعالیٰ عن الکافات والبلایا

صفحہ اول میں جہانگیر شاہجہان اور نورالسناء یعنی نورجہان، اور دیگر امراء کے کبریٰ کی تحریریں ہیں دیوان  
دیوان مرزا کامران کے غم پر بزرگوار من است، بخط محمود الحق شہابی حررہ نورالدین محمد جہانگیر شاہ (بن) اکبر سنہ ۹۶۴ھ  
موافق ۱۵۵۲ھ

۲- جو احمد اللہ الذی انزل علی عبد الکتاب حررہ شاہجہان جہانگیر شاہ بن اکبر شاہ،

۳- قیمت اموال نواب نورسار بیگم مع ہر

نورالذکر تحریر ہے ظاہر ہوتا ہے کہ نورجہان بیگم نے تین ہزار روپے اپنے کتب خانہ کے لیے اس دیوان مرزا کامران  
کو خریدا تھا،

منعم خان خانان کی تحریر نورجہان بیگم کے کچھ اوپر ہے:- اللہ اکبر دیوان مرزا کامران بخط خواجہ محمود الحق شہابی  
از بابت منعم خان خانان، ۴۴ فرد، ۱۰۰ تہرہ

منعم خان خانان کے بعد جو ہندوستان سے اور اس کے بعد کے ترون مرتے ہیں صرف قیمت کی ثبت ظاہر ہے،  
اس سے قیاساً ہی معلوم ہوتا ہے کہ منعم خان خانان نے بھی اپنے کتب خانہ کے لیے چند ہزار روپے خریدا تھا جو مٹ گئے ہیں  
پوری تفصیل کے لیے خان بہادر مولوی عبدالمقتدر کی فہرست جلد دوم، صفحہ ۱۲۵ ملاحظہ ہو،

سلطان مظفر گجراتی، یہ محمود شاہ سیوم کا لڑکا ہے، سنہ ۹۶۴ھ میں وزیر اعظم اعتماد خان گجراتی نے اسی سلطان مظفر سیوم  
کو گجرات کے تحت پریشادیا تھا، سنہ ۹۸۴ھ میں اعتماد خان نے اکبر کو بلایا کہ گجرات کو اپنے علاقوں میں منقسم کرے، اکبر نے  
عبد الرحیم خان خانان کو گجرات پر قبضہ کرنے کے لیے بھیجا، اس وقت خان خانان کی عمر کم دہائیں بیس سال کی ہوگی،  
سنہ ۹۹۱ھ میں سلطان مظفر سیوم پر خان خانان نے فتح پائی اور اسی سال شہزاد  
سلطان سلیم (جہانگیر) کے اتالیق بھی مقرر ہوئے تھے،

یہ ۹۹۱ھ کا واقعہ ہے، اور کلیات سعدی ۹۹۲ھ میں اسکو علی مراد خان سے ملی تھی،

سلطان مظفر گجراتی سیوم،

ابو الفضل اسے مظفر نہیں لکھتا اکثر تہذیبی لکھتا ہے، جب سلطان محمود گجراتی سیوم لاد لدا تو اعتماد خان  
وزیر اعظم نے اپنے آقا کے ہم دشمن کو قائم رکھنے کے لیے اسی سلطان مظفر گجراتی سیوم کو لڑاکا قرار دے کر حساب

## ۸- قاموس

آٹھویں نمبر کی کتاب قاموس جو لغت میں ہے اس کا ایک قدیم نسخہ خانقاہ کے کتب خانہ  
میں تھا، اس سے عالم انشا پردازی کے جگت گرو شمس العلماء آزاد مرحوم نے اپنی آنکھیں  
روشن کی تھیں، فقیر اس کی زیارت سے محروم رہا گو میں لاہور بھی گیا، اور اس قاموس کا خیال تھا مگر  
مجھے اس کا دیدار نصیب نہ ہوا، آزاد مرحوم نے کسی مقام یا کتب خانہ کا نام تحریر نہیں فرمایا ناچار اس  
مقام پر بعینہ ان کے الفاظ کو نقل کر دیتا ہوں:-

”ایک پرانا نسخہ قاموس کا دیکھا کہ جہانگیر اور شاہجہان وغیرہ بادشاہوں کے کتب خانوں

تحت و تاج بنایا، مگر اعتماد خان ہی اصل مالک تھا، یہ تو اس کے ہاتھ میں کتب تہلی تھا، جدھر چاہتا ادھر لکھتا، رفتہ  
رفتہ امرا و گجرات میں بچاڑ ہونے لگا، اور سلطنت بگڑنی شروع ہوئی، تب اعتماد خان نے اکبر کو خفیہ عرض کیا، لکھنا  
شروع کیں، اکبر کو گجرات پر قبضہ کرنے کے لیے بلایا، اکبر نے ۱۴ رجب سنہ ۹۸۴ھ میں گجرات پر قبضہ کیا، اور سنہ ۹۸۴ھ میں اکبر نے  
اعتماد خان کو جو اہر خانہ کا داروغہ مقرر کیا، سنہ ۹۸۴ھ میں گجرات کا صوبہ دار مقرر ہوا،

۹۹۱ھ میں خان خانان نے سلطان مظفر گجراتی کو ہریت دی،

سلطان مظفر گجراتی کے خاندان کا کچھ سید نہیں ملتا، اعتماد خان کے زبانی اکبر کو معلوم ہوا کہ حقیقت میں یہ گجراتی کا لڑکا تھا  
اعتماد خان کا عظیم الشان کتب خانہ گجرات میں تھا اور اسی لوٹ میں نایاب کتب اکبر کے خزانہ عامرہ  
میں جمع ہوئیں تھیں، اور اکبر چار دیوان کے جلسوں میں علماء کو کتب میں تقسیم کرتا تھا، ملا عبد القادر بدایونی کو بھی  
اکبر نے اسی لوٹ کی کتابوں سے چند کتابیں دی تھیں، ان میں ایک انوار المشکوٰۃ بھی تھی جس میں ایک فصل زیادہ تھی  
اسی لوٹ میں عبد الرحیم خان خانان کو علی مردان خان بہادر نے گجرات ہی میں یہ کلیات سعدی پیش کیا تھا  
لکھ علی مردان خان، اکبر کے عہد کے امراء میں سے ہے، اور جہانگیر کا زمانہ بھی دیکھا ہے، سنہ ۹۸۴ھ میں اکبر کی مطابق  
سنہ ۹۹۱ھ میں سوچی پس کا منصب تھا، عبد الرحیم خان خانان کے ہمراہ ہم ٹھہر پر مقرر ہوا، سنہ ۹۸۴ھ میں اکبر کی مطابق  
سنہ ۱۵۴۲ھ بارگاہ سلطنت میں حاضر ہو کر حصول ملازمت سے شرف حاصل کیا، سنہ ۹۸۴ھ میں اکبر کی مطابق  
میں ہم دکن کی فتح سے اس نے شہرت حاصل کی تھی، سنہ ۹۸۴ھ میں جہانگیر کی مطابق ۱۵۴۲ھ میں عبد اللہ فرید جنگ  
کے ہمراہ متعین ہوا تھا، سنہ ۱۵۴۲ھ میں اس کا چراغ ہستی گل ہو گیا،  
غالباً ہی علی مراد ان خان ہے جس نے ۱۵۴۲ھ میں عبد الرحیم خان خانان کو گجرات میں یہ کلیات سعدی گزانا تھا،



اور جسکی مدد کے لیے ایک محکمہ قائم کیا جائے گا۔ اور ایک مستقل عدالت ہوگی جسکو بین الاقوامی  
مقدموں کے، جو اسکے پاس رجوع کئے جائیں، فیصلہ کرنے کا استحقاق حاصل ہوگا۔ اور جو  
کسی مقدمہ یا فیصلہ پر، جسکو دیوان یا مجلس نے رجوع کیا ہو، ناصحانہ مشورہ دیگی۔ دیوان کو  
حق ہوگا کہ مستقل عدالت کے دستور کو مرتب کرے اور وقتاً فوقتاً اس میں تبدیلیاں کرتا رہے  
انجمن کا مستقر جنوا (Geneva) ہوگا۔

معاہدہ انجمن میں چند ایسی شرائط ہیں جو انسداد جنگ، تیاری اسلحہ پر قیود اور رقبہ

سے راز سلسلہ منو گزشتہ آفرانس، ایران، اکوئیا، (Guatemala)، ایچی (Haiti)، آجاز، ہندوستان  
(Monoduras)، اطالیہ، جاپان، لائبریا (Liberia)، نگرگو (Nicaragua)، پاناما  
(Panama)، پیرو (Peru)، پولینڈ (Poland)، پرتگال (Portugal)،  
رومانیہ (Rumania)، ملک سرب کرڈن سلوین (Slovene State)، سیام  
اور وزیگوئے (Uruguay)۔ اور دوسری مذکورہ زیر حکومتوں کو بحیثیت مدعوین جو معاہدہ  
کو قبول کرنے کے لیے بلائے گئے ہیں، اراکین اسے اپنے حق حاصل ہوگا: جمہوریہ آرجنٹین (ARGENT)  
(Argentina)، چلی (Chile)، کولمبیا، ڈنمارک، نیدرلینڈس (Netherlands)،  
ناروے، پیرگوئے (Paraguay)، ایران، سلوینڈور (Salvador)، اسپانیا، سوئیڈن،  
سوئٹزرلینڈ، اور ونیزویلا (Venezuela) اس معاہدہ میں اسکا بھی لحاظ کیا گیا ہے کہ دوسرے  
مالک، مثلاً وہ مالک جنکی تعمیرات، زمینیں اور اسکے اجزائے کی جاتی ہے، اراکین انجمن اسی صورت میں بن سکتے ہیں  
جب انجمن مجلس (League of Nations) کا یہ حصہ راضی ہو جائے بشرطیکہ ایسی ملکات میں الاقوامی پابندیوں کے قبول کرنے کے  
اپنے مصلحتانہ ارادوں کی کافی ضمانت ہے اور ایسے شرائط کے متعلق فوجی، بحری اور طیاری تو قوں در اسلحہ بندی کے قبول کرے جو انجمن نے  
پیش کیا ہوگا۔ لیکن، اعلان کے دو سال بعد، انجمن سے علیحدہ ہو سکتا ہے۔

و آزادی کی ضمانت اور حفاظت پر مشتمل ہیں اس مضمون کی نوعیت کو دیکھتے ہوئے بہتر ہوگا کہ ہم  
دفعات کو تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا جائے؛

موجودہ مصلحتانہ کے رو سے، مجلس یا دیوان کے اجلاس کے فیصلوں کے لیے ضروری  
کہ اراکین انجمن، خلی نمایندگی اجلاس میں کی گئی ہے، نمایندہ کریں ردفعہ لا جنان پر معاہدہ میں  
واضح طور سے اسکی تشریح کی گئی ہو (دفعہ ۱) اراکین انجمن نے اس بات کو تسلیم کر لیا ہے کہ قیام امن  
کے لیے قومی اسلحہ بندی میں اس حد تک تخفیف کر دین کہ جس سے قومی حفاظت اچھی طرح  
ہو سکے، کیونکہ بین الاقوامی کار بر آری کے لیے مشترکہ عمل درکار ہے۔

دیوان ایسی تجاویز اس قسم کی تخفیف اسلحہ بندی کے لیے مختلف حکومتوں کے ملاحظہ  
اور عمل کے لیے پیش کرے گا۔ اراکین انجمن اس امر پر متفق ہیں کہ خانگی رسالوں، کپیوں  
کی حربی تنظیم اور دوسرے سامان جنگ کی تیاری اپنے اندر ایک عالم گیر خطرہ رکھتی ہے  
اس لیے دیوان بتلائے گا کہ کس طرح اس قسم کی تیاری کے ضروری خطرات رفع ہو سکتے ہیں،  
(دفعہ ۸)، اراکین انجمن ایک دوسرے کی ملکی عزت اور موجودہ سیاسی آزادی کے تحفظ  
واحترام کو اپنا فرض سمجھیں گے حملہ خطرہ یا دہمکی کی صورت میں دیوان اُن تمام وسائل کو  
پیش کریگا جس سے اس عہد نامہ کا تحفظ کامل طور سے ہو سکے (دفعہ ۱۰)

کوئی جنگ یا اسکی دھمکی، خواہ وہ کسی رکن یا اراکین انجمن کے لیے فوری طور پر  
خطرناک ثابت ہو یا نہ ہو، تمام انجمن کے لیے باعث اندیشہ سمجھی جائیگی، اور انجمن کو حق ہوگا  
کہ اُن عاقبت اندیشانہ اور کارگر ذرائع کا استعمال کرے جن سے اقوام کے امن کا پورا  
تحفظ ہو سکے (دفعہ ۱۱)

اراکین انجمن اس امر پر متفق ہیں کہ اگر آپس میں کسی مائنٹے یا شانے کا اندیشہ پایا



میں کرسی نشین ہوتا آیا تھا، کتب خانہ سے شاہی کی چودہ ہریں اس کے ترسے عالی کے لیے مقرر  
بنائی تھیں، اس کے ابتدائی صفحوں میں ان کے ہاتھ کی (حکیم ابوالفتح گیلانی کی) ایک عربی عبارت  
لکھی ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے، یہ خزانہ انفاخر بلکہ دریائے ذخیر مجھے اس شخص نے دیا جسے خدا نے  
دونوں جہان کا کمال اور دونوں ملکوں کی ریاستیں دیں، مرزا خان خانان کے نام کے نقطے پر  
پڑھو تو فارسی میں "جان جانان" ہے، کتبہ ابوالفتح السیلا فی اللہ سبحانی،

## تَبَیُّرُ الصَّحَابِیَّاتِ

جس میں نہایت مستند حوالوں سے ازواجِ مطہرات، نبات  
طاہرات اور عام صحابیات کے سوانح اور ان کے اخلاقی و  
مذہبی علمی کارنامے درج ہیں، لکھائی چھپائی کا غذا علیٰ ضخامت

۲۲۵ قیمت

منیجر

## انجمن اقوام

(۲)

جناب ارشد علی صاحب نظام کالج حیدرآباد دکن

انجمن اقوام کی موجودہ شکل | جنگ عظیم کے وقت بین الاقوامی تعلقات کے متعلق اس قسم کے خیالات تھے  
جنگ کے پہلے دور میں یہ خیال کیا جاتا تھا کہ اختتام جنگ جنگ کا خاتمہ کر دے گی، مگر قسمی  
سے جنگ کے ایک سال بعد بھی یہ امید بر نہ آئی، اختتام جنگ کے بعد ہی خواہش عامہ انجمن اقوام کی صورت  
مشکل ہوئی اس معاہدہ کی وجہ سے جس کو اتحاد بین دلیٹس فیمن کے نمائندوں نے پیرس (Paris) کے مؤتمر میں  
(Plenary Conference) میں ۲۸ اپریل ۱۹۱۹ء کو منظور کیا تھا وہ عالم جو زمین آئی، یہ معاہدہ اس صلح نامہ میں کی تجویز کا  
حصہ ہے جو نمائندگان جرمنی کو، مئی ۱۹۱۹ء کو ورسلس (Versailles) میں پیش کیا گیا اس میں یہ شرط بھی تھی کہ  
صلح نامہ اس وقت جبکہ حکومت جرمنی اور آسٹریا اور اتحاد میں اور شرکار کی تین سربراہان درجہ حکومتیں اسکو قبول کر لیں گی  
عمل میں آئیگا، اتحاد میں دشمنکار (Associated States) میں ہمالک متحدہ امریکہ سلطنت برطانیہ فرانس اطالیہ اور جاپان  
شریک ہیں جرمن مندوبین نے ۲۸ جنوری کو اس پر اپنے دستخط کیے

یہ انجمن ایک مجلس (Assembly) دیوان (Council) (Secretariat) (مندی (Secretariat)  
اور مستقل عدالت (Permanent Court of Justice) پر مشتمل ہے، مجلس (Assembly) میں ان تمام  
حکومتوں کے جو اس ارکان میں نمائندے شریک ہیں گے، دیوان میں اہم اتحاد بین دشمنکار کے نمائندے سے ان چار  
نمائندوں کے جبکہ مجلس وقت بوقت منتخب کرے شریک رہیں گے، مندی کا ایک صدر مہتمم (Secretary)  
(General) ہو گا جس کا تقرر دیوان مجلس کی کثرت آراء پر کرے گا، اور

اس کے متعلق دیکھو سر جفری ہنڈلر (SIR G. BUTLER) کی (Handbook of Nations)  
(۱۹۱۹ء) میں مذکورہ زیر عنوان، بعد فردی دشمنی اور منظور یوں کے، انجمن اقوام کے بحیثیت دستخط کنندگان صلح نامہ  
میں، اراکین اور نمائندوں کے جائیں گے، ہمالک متحدہ امریکہ، بیلجیوم، برازیل، سلطنت برطانیہ متحدہ کنڈا، آسٹریا،  
جنوبی افریقہ، نیوزیلینڈ، اور ہندوستان، چین، کیوبا، زکوسلویا (Czechoslovakia) (یوگوسلاویہ) (Yugoslavia)  
(بقیہ صفحہ ۲۳۱)



جائے جس سے جنگ کا احتمال ہو، تو وہ معاملہ یا تو ثالثی کے سپرد کر دیا جائے گا یا دیوان کے زیر غور رہیگا، اور وہ اس بات پر متفق ہیں کہ کسی صورت میں، دیوان کے فیصلہ کے بعد یا اہل ثالثی کی اطلاع کے بعد، تین مہینوں تک، فوج کشی نہ کریں گے (دفعہ ۱۲)

اگر اکیس انجمن اس امر پر متفق ہیں کہ آپس کے اختلافات کی ان صورتوں میں، جنگ انھوں کے ثالثی کے فیصلہ کے قابل تسلیم کر لیا ہے، اور جو تہذیب یا مصلحت سے خاطر خواہ سلجھ نہیں سکتے وہ ان اختلافات کی پوری روداد ثالثی کے حوالہ کر دیں گے (دفعہ ۱۳)

اگر اکیس انجمن میں کوئی ایسی نا اتفاقی واقع ہو جس سے جنگ کا احتمال ہو اور جو ثالثی کے فیصلہ کے لیے رجوع نہیں کی گئی ہو تو اراکین انجمن ایسے معاملہ کو دیوان کے حوالہ کرنے کے حق میں متفق ہیں۔

دیوان حتی الامکان اس اختلاف کے دور کرنے کی کوشش کرے گا.....

اگر اس طرح معاملہ نہ ہو سکا تو دیوان یا تو متحدہ یا کثرت آراء سے اختلاف کے واقعات کی رپورٹ ان سفارشنوں کے ساتھ جو اسکی نظر میں مناسب اور حق بجانب معلوم ہوں مرتب کر کے شائع کر دیگا؛ اگر اراکین انجمن فریقین کے ایک یا دو نمایندوں کے علاوہ سب کے ساتھ رپورٹ کے متعلق متحد ہو جائیں تو اراکین انجمن اس امر پر متفق ہیں کہ نزاع کے کسی فریق پر بشرطیکہ وہ رپورٹ کی تجاویز کی پیروی کرنے پر سر پیکار نہ ہوں گے (دفعہ ۱۵)

اگر انجمن کا کوئی رکن معاہدہ کے دفعات ۱۲، ۱۳ اور ۱۴ کی خلاف ورزی کرے برسر پیکار ہو تو وہ فی بحقیقت تمام اراکین انجمن کے خلاف آماجنگ سمجھا جائیگا اور اراکین انجمن سپر مالی اور تجارتی دباؤ ڈالنے کی کوشش کریں گے اس وقت سے جس نے جنگی کی ہزار ہا اراکین کے حکومتوں سے تمام اختلافات منقطع ہو چکے، اور مالی اور تجارتی اور ذاتی تعلقات معاہدہ شکن خواہ وہ انھیں کی رکن ہو یا نہ ہو اس سے اور دوسری مملکت سے ٹوٹ جائیں گے،

اس صورت میں دیوان کا یہ فرض ہوگا کہ مختلف متعلقہ حکومتوں سے سفارش کرے کہ کون سے کارگر فوجی، بحری اور طیاری قوتیں اراکین انجمن ان مسلح قوتوں کی فراہمی کے لیے رد کریں جن سے انجمن کے معاہدوں کی خاطر خواہ محافظت ہو سکے (دفعہ ۱۶)

اگر انجمن کے رکن میں اور ایک ایسی مملکت میں جو انجمن کی رکن نہیں، اختلاف ہو جائے یا ایسے ممالک میں جو انجمن کے اراکین ہیں، تو وہ مملکت یا ممالک جو اراکین انجمن نہیں انجمن کی رکنیت کے لیے مدعوئے جائیں گے تاکہ مصالحت آسانی سے ہو سکے۔

اگر کوئی مملکت اس قسم کے تنازعات کی وجہ رکن بننے سے انکار کرے اور کسی رکن انجمن کے خلاف فوج کشی کرے تو دفعہ ۱۶ اس مملکت کے خلاف عمل میں لائی جائے گی (دفعہ ۱۷)

اس معاہدہ میں کوئی ایسی بات نہ ہوگی جس سے بین الاقوامی قول و قرار مثلاً ثالثی کے صلحنامہ یا کسی خاص ملکی اصول کی مثلاً شریعت مندرجہ (MUNRO DOCTRINE) ہے، جو قیام امن کے لیے بنائے گئے ہوں، تکذیب ہو سکے (دفعہ ۲۱)

ایسی نوآبادیاں یا مقبوضات جو گذشتہ جنگ کی وجہ سے جو ان ممالک کی حماست سے جنگی ماتحت وہ قبل از جنگ تعلقین علیحدہ ہو گئی ہیں۔ اور وہ نوآبادیاں ایسے باشندوں سے آباد ہیں جو بذات خود، موجودہ زمانہ کے مشکل حالات کا لحاظ کرتے ہوئے، حکومت نہیں کر سکتے، تو وہ ان اس اصول کا استعمال کیا جائے جس سے ایسے لوگوں کی بہبودی اور ترقی مد نظر ہو، جو تہذیب کی ایک امانت مقدسہ ہے۔ اور اس امانت کی تکمیل کی ضمانت معاہدہ میں شریک رہے؛

اس اصول کو عملی جامہ پہنانے کا بہتر طریقہ یہی ہو سکتا ہے کہ اس قسم کے باشندوں کی



سرپرستی مہذب اور ترقی یافتہ اقوام کے سپرد کر دیا جائے جو بوجہ وسائل، تجربہ اور جغرافیائی موقع کے انکی ذمہ داری اچھی طرح سے لے سکتے ہیں اور جو قبول کرنے کے لیے آمادہ ہیں اور یہ اراکین سرپرستی کی انجام دہی بحیثیت حاملین انجمن کرتے رہیں گے (دفعہ ۲۲)

اس معاہدہ میں ترمیمات اس وقت عمل میں آسکتی ہیں جب کہ اراکین انجمن خنکی نمائندگی دیوان میں کی گئی ہے یا اراکین انجمن، خنکی نمائندگی مجلس میں کی گئی ہے، یہ کثرت آرائیہ

کرین (دفعہ ۲۶)

تقیقہ و تبصرہ | اگرچہ اس انجمن اور اس کے مقاصد سے ہر کوئی شکایت نہیں پھر بھی یہ ضروری نہیں ہے کہ اس قسم کی ہر انجمن قیام امن کا باعث ہی ہو، اور اس لیے اسکا وجود لازمی و ضروری ہو کیونکہ اس تخیل کے ساتھ ساتھ وہ خطرات ہیں جنکو تاریخ ہر وقت بتلاتی ہے، ایسی انجمن صرف طاقتور حکومتوں کا مجموعہ ہو سکتی ہے، جو ان تمام دوسری اقسام کی تنظیم و تنسیق کی جو ان کے مفاد کے خلاف ہو تخریب کے درپے ہو جائے اور اس طرح تمدن و فروع میں وہ ایک زبردست تباہ کن جنگ کے شعلے بھڑکا سکتی ہے، اس کے ساتھ ہی ایسی انجمن کمزور اقوام کے لیے اس قدر جابر و مستبد ثابت ہوگی جیسے عموماً حکم العوام ہوا کرتی ہے۔

یونان قدیم میں اسکی صد ہا مثالیں ملتی ہیں۔ عہد یہ ڈیلاس (DELIAN CONFEDGY) صرف ایونی، ایونی اور ایشائی یونانی قوتوں کا مجموعہ تھی جنہوں نے برصغیر تمام اپنے کو ایتھنز (ATHENS) کی حمایت و رہبری میں دیدیا تھا، اور یہیں معلوم ہے کہ ۴۷۸ ق م کی جنگ یوریمیڈان (EURYMEDON) کے بعد یہی عہد یہ ڈیلاس سلطنت ایتھنز میں تبدیل ہو گئی۔ عہد یہ ہی کے فکیل میں اس نے کیا رسٹس (CARYSTOS) سے خواہ مخواہ جنگ کر کے اسکو عہد یہ میں شریک ہونے کے لیے مجبور کیا نکساز (NAKOS) نے

جب عہد یہ سے علیحدگی اختیار کی تو جنگ کر کے بالکل کمزور کر دیا گیا، نہ صرف کیا رسٹس اور دیگر نکساز انجمن ڈیلاس میں بھر شامل کئے گئے بلکہ منسوب ہونے کے بعد اسے خود مختاری سلب کر لی گئی اور ان کو خراج دینا پڑا یہی عہد یہ ڈیلاس بعد میں اہل پلاپونیس (PELO-PONNESUS) سے جنگ کرتی ہے،

انجمن انیولہیا یا کیٹار

(AECHIANLEQUE) کو لیجئے اول الذکر یونان

متوسطہ پر محیط تھی اور مورخ انڈر پلوپونیس (PELO-PONNESOS) کے زیادہ حصہ تر رکھتی تھی اسوقت جو دسرت مقدونیہ کے خلاف توازن قائم رکھنے کے لیے تھا جب رومانے انجمن ایٹولیا سے سلسلہ اتحاد شروع کیا تو ایکیا نے قیام توازن کے لیے نیلقوس سے رشتہ اتحاد قائم کر لیا، اسکا مقصد قیام تو صرف مقدونیہ کی مطلق العنانی اور استبداد کا انسداد تھا، لیکن مقصد سے علیحدہ ہو کر رومانے مل گئی اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اسی رومانے ۱۸۹ ق م میں امبریا (AMBRACIA) کو مفتوح کر کے انجمن ایٹولیا کا خاتمہ کر دیا

حال کے واقعہ کو لیجئے۔ چونکہ اطالوی نابین جینا (CANUINA) میں قتل

کئے گئے تھے اسلئے سینیر میولیتی (MUSSIOLANI) نے فوراً کرفو کے غیر طیارہ وغیرہ مسلح باشندوں پر گولہ باری شروع کی اور اسکو ایک زمانہ تک اپنے قبضہ میں رکھا۔ اسکا یہ طرز عمل تو انجمن اقوام کے دفعہ ۱۲، ۱۳، اور ۱۶ کے رو سے بالکل ناجائز تھا اور انجمن اقوام کو اس کے خلاف فوج کشی کرنی لازم تھی، مگر معلوم ہے انجمن اقوام نے کیا کیا۔ اُسے بخوبی اس امر کا اطمینان تھا کہ اٹلی ان طاقتوں میں سے ہے جنکا شمار فرانس، انگلستان اور امریکہ کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ اسلئے اُس نے تدبیر مصالحت کام لینے کو بہترین پالیسی سمجھ کر اس کے مطابق کام کرنا شروع کر دیا حالانکہ اس کے خلاف فوراً ہی اعلان جنگ کیا جاسکتا تھا، جب یونان نے



صدائے احتجاج بلند کی تو اٹالیہ نے اس معاملہ کو انجمن اقوام کے موثر سفر کے سپرد کر دیا مگر ساتھ ہی کر فور اپنا قبضہ رکھتا کہ یونان سے ان تمام مطالبات کی جو اس سے کیے گئے تھے تکمیل کرائی جائے اور انجمن اقوام کو یہ بھی دی گئی کہ اس مسئلہ پر اٹالیہ کی عزت و ناموس کا تمام تر دار و مدار اس مسئلے انجمن اقوام کو کوئی حق نہیں کہ مداخلت بجا کرے۔

اٹالیہ کا فلسفی دماغ جس نے اس نکتہ لائیل کی عقدہ کشائی کی قابلِ داد ہے اٹالیہ کو واجب التکریم اور لازم الاحترام اسلئے سمجھا جانا چاہیے کہ آئندہ ہر مطلق العنان اور مستبد حکومت کسی کمزور رکن انجمن کے خلاف فوج کشی کر کے انجمن اقوام کو تباہ کر سکتی ہے چونکہ یہ مسئلہ قومی عزت اور شرعی تحفظ کا تھا اسلئے وہ دخل نہیں دیکتی۔

اگر ترکی آج یونان پر فوج کشی کرے یہ عذر لنگ پیش کرے تو کیا اس وقت انجمن اقوام کے سکوت کا ادنیٰ سا بھی امکان ہے؟ انکا مقولہ یہی ہے کہ تقسیم جائداد میں بھی اجتماعیت رہی اگر یونان ترکی کو مغلوب کرے تو جیسے فرانس اور انگلستان سادی حصہ کا دعویٰ دار ہو گا ویسے اٹالیہ، بلجیم یا ہسپانیہ ہو سکتا ہے۔ اور اس طرح تمام اراکین انجمن کا منہ بند ہو جائے گا پس اس صورت میں انجمن اقوام ایک ایسی مجلس ہو سکتی ہے جو مفتوح رقبات کو اپنے اراکین میں تقسیم کر کے امن قائم رکھ سکتی ہے، مگر سوال یہ ہے کہ اس قیام امن میں اراکین انجمن کے اختیار کا حصہ کتنا ہو گا؟

اسکے برخلاف اگر ترکی، روس سے برسرِ پیکار ہوتا تو ترکی کو مالی، فوجی، بحری اور طیارہ امداد دینی جاتی، اور جب روس اتحاد میں سے اس بجا اعانت کے متعلق دریافت کرتا تو وہ ایسا ہی جواب دیتے جیسا کہ برطانیہ نے ترکی کو اس وقت دیا تھا جب کہ وہ یونان سے برسرِ پیکار تھا اگر ترکی سے کوئی ایسی حرکت سرزد ہوتی جسکو کثرت اراکین انجمن نے مطلقاً

و قابلِ مذمت قرار دیا ہو تو ترکی پر مشترکہ حملہ کیا جاتا اور اسکو فتح کر کے انجمن کے مختلف اراکین تقسیم کر لیتے۔ کچھ حصہ برطانیہ کو ملتا، جیسے ایسے کاموں میں اولیت کی عزت حاصل ہے اور کچھ فرانس سے لیتا۔ بیچارہ جرمنی تو اس قابل نہیں کہ ترکی سے جنگ کرے اور کہے بھی تو کیوں اور کس امید پر، رہا اٹالیہ سو وہ تو گدہ کی طرح چنگل مار کر ترکی کا کچھ گوشت اپنے پنجہ میں دبالتا اسکے مقابلہ میں اگر ترکی، عراق پر حملہ آور ہو تو برطانیہ بڑے حزن و ملال سے انجمن اقوام کو تباہ کرے کہ چونکہ ترکی نے انجمن اقوام کے ایک رکن سے اعلان جنگ کیا ہے اسلئے اسکو تمام اراکین سے برسرِ جنگ سمجھنا چاہیے، اسی قسم کی دور اندیشی، عراق و موصل پر قبضہ رکھنے اور وقت پر انجمن سے بین الاقوامی ہمدردی و امداد حاصل کرنے کے خیال سے اس نے تجویز پیش کی کہ امیر فیصل کو انجمن کا رکن بنایا جائے، تاکہ اگر خدا نخواستہ ترکی سے جنگ چھڑ جائے تو وہ انجمن سے یہ کہہ کر عراق رکن انجمن ہے تمام اقوام کی مدد حاصل کر سکے۔

اب فرانس کو لیجیے۔ فرانس کو رہائش پر قبضہ کرنے کا کیا حق تھا؟ مجلس تعمیر یورپ نے جو تادان مقرر کیا تھا اسکو جرمنی برا بھلا کر رہا تھا مگر پوچھنا کہ دیکھا کہ قدیم انتظام لینے کا خوب موقع ہاتھ آگیا اور جیسے ۱۹۱۸ء میں جرمنی افواج نے سیدان فتح کر کے پیرس لے لیا تھا اور جیسے ۱۹۱۸ء میں پیرس سے تین میل قریب آگیا تھا ویسے فرانس بھی برلن (BERLIN) پر

مشین توپوں سے آتشباری کر سکتا ہے۔ اسلئے اُسے نہ صرف رہائش کو حاصل کیا بلکہ جرمنی کے دائرہ اقتدار سے علیحدہ رکھنے کے لیے دہان ایک جمہوریہ کا اعلان اہل رہائش سے کر دیا۔ اور اب انگلستان اور اٹالیہ جو اس وقت یورپ کے سربراہ اور وہ تو بین بین کوئی ایک لفظ بھی زبان پر نہیں لاتے۔ انگلستان جانتا ہے کہ ایسی صورت میں فرانس خفا ہو جائیگا جو اسکے لیے عراق میں باعث خطرہ ہو گا اور مصر پر بھی اسکا اثر پڑے گا۔ حالانکہ جرمنی انجمن اقوام کا ایک رکن ہے



مگر وہی مسئلہ صادق آتا ہے کہ "آزاد قوت است ہم حق است"۔ مگر کیا انجمن اقوام نے اس خطرے کا احساس نہیں کیا جو فرانس کے حریت کش طرز سے وقوع پذیر ہوگا؟ ہمیں معلوم ہے کہ آئندہ جرمنی انتقام و افراتق کا آماجگاہ بنا ہوا ہے جہاں مزدور بھوکون مر رہے ہیں اور کشتوں کا گوشت بھی کھانا دارا کر رکھا ہے۔ فرانس بیشک بہت خوش ہے کہ اسے جرمنی کو مسلوب الاصلیت و خیف القوت کر دیا ہے اور اس طرح اپنے پُرانے دشمن سے وہ انتقام جس کے لیے صلح بعد ہی سے پوٹسدام سے بے قرار تھا لے لیا۔

مگر امن پسند دنیا کو یہ معلوم ہو جانا چاہیے کہ عنقریب یورپ پر بلکہ دنیا کے مشرق پر وہ زمانہ آئے گا۔ خدا نہ کرے جب حکومت عمال یا اشتراکیت ایک سرے سے دوسرے تک پھیل جائے گی۔ بہت ممکن ہے کہ جرمنی روس سے مدد طلب کرے اور اس طرح جرمنی دوسرا پوشاک ملک بن جائے، اسکا اثر فرانس پر ہوگا، اور تمام دنیا فرانس ۸۹ء بن جائیگی، اگر فرانس اس کا انسداد نہ کرے تو جرمنی میں شہنشاہیت کے اعلان کا اندیشہ بلکہ امکان ہو جائے گا۔ ہم نے دیکھا ہے کہ ایک وقت یورپ یا میں شہنشاہیت کا اعلان ہو چکا ہے اور قریب تھا کہ یہ اعلان کامیاب ہو جائے یہی اعلان ایک مرتبہ سکسوفی میں بھی ہوا ہے۔ اور اب سابق ولیعهد جرمنی کو ملک میں آنے کی اجازت دی گئی ہے بشرطیکہ وہ پُر امن زندگی بسر کرے۔

باوجود مداخلت نامشی ممکن ہے کہ کسی فریق کو تسکین نہ ہو، اور اس فریق کو اپنی فوجی بحری اور طیاری قوت پر اتنا اعتماد ہو کہ بڑی سی بڑی طاقت سے ٹکرانے پر بھی تو اسکا ہی پتہ بھاری رہے گا۔ اس صورت میں جنگ لازمی ہوگی۔

لے دیکھو سیر نی (SIGN. NITTI) کی تازہ ترین تصنیف "یورپ کی بڑا بھید ہی اور امریکہ کی بڑا بھید"۔

وہ قوت حملہ بھی کرے گی، قبضہ بھی کرے گی اور انجمن اقوام منہ دیکھتے۔ بجائے گی اور یہاں کسی حکومت قائم بھی ہو جائیگا ایک رکن دوسرے اراکین کو اپنے جال میں پھانسا کر کسی کے خلاف آمادہ جنگ کر سکتا ہے۔ فرض کیجئے کہ آج جرمنی اتنا قوت والا اور سرمایہ دار ہو جائے جتنا سالہ ۱۹۱۵ء میں تھا۔ اگر وہ بلجیم پر حملہ کر کے اسکی فتح کے بعد فرانس پر چڑھائی کرے تو ضرور ہے کہ برطانیہ چوکتا ہو جائے گا، اگر جرمنی مصلحت آمیزی سے اسکو ہموار کر کے یہ سمجھائے کہ خوان نیامین اسکا بھی حصہ ہوگا، تو کچھ جرمنی برطانیہ خاموش رہتا ہی نہیں اب جسے بھی ہونگا آزادی کا خاتمہ بھی کر دیا جائیگا، اور اس میں بھی تاؤم رہیگا، مگر کسی اصول پر پوری دنیا صرف ایک ہی کے زیر اقتدار رہ سکتی ہے، اراکین اپنی اقوام یا منتخبین کی پوری طرح نمایندگی نہیں کر سکتے جس وقت کوئی رکن یا نائب منتخب کیا گیا تو اسوقت نمایندے کے خیالات منتخبین کی موافقت کرنے میں بعد چندے وہ بدل جائیں اور وہ اچھی طرح دوسرے اراکین کے سامنے ظاہر کر سکتا ہے کہ میری قوم یا ملک کا یہ خیال ہے حالانکہ پوری قوم کی رائے لیجائے تو اس سے متضاد ہوگی۔ اور وہ نمایندہ اپنی انانیت یا استبدادیت سے اپنی پوری قوم کو برسر جنگ کرے گا۔ حالانکہ قوم جنگ کے لیے بالکل آمادہ نہیں۔ نمایندہ حکومت حاضرہ کے وزیر خارجہ یا حربیہ کا دوست ہے اور اس نے یہی رائے ظاہر کی ہے جسکی نقل و مراسلت انجمن اقوام میں کی گئی ہے تو محض وزیر خارجہ یا حربیہ کی غلطی یا زاریت سے لاکھوں کا خون ہوا چاہتا ہے۔ یا وہ نمایندہ کسی مسئلہ کی تردید انجمن میں کرے حالانکہ جنگی وہ نمایندگی کر رہا ہو اسکی تائید کرتے ہیں۔ مگر وہی قوت لاچار ہیں۔ دو سال تک انتخاب نہیں ہو سکتا اور دو سال میں پوری کالیلیٹ دی جا سکتی ہے۔ اور دو سال کیا ایک ہی ہینہ بلکہ ایک اجلاس انجمن میں ایک نئی جنگ عظیم کا آغاز ہو سکتا ہے پس ان کمزوروں اور خامیوں کے ساتھ انجمن اقوام کا وجود بیکار محض ہی نہیں بلکہ ایک خطرہ عظیم ہے،



## تاریخ و تفسیر

### مجلس مستشرقین جرمنی

گذشتہ جنگ نے بین الاقوامی مجلس مستشرقین کا خاتمہ کر دیا ہے۔ جرمن مستشرقین کی انجمن نے اس کے عوض صرف جرمن اہل علم و صاحب کی سالانہ مجلس منعقد کرنی شروع کی۔ مین اسکا پہلا سالانہ اجلاس ۱۹۲۱ء میں لپزگ میں، اور دوسرا ۱۹۲۲ء میں برلن میں منعقد ہوا تھا، اور اب اس سال ۱۹۲۳ء میں پہلی اکتوبر سے ۴ اکتوبر تک میونخ میں ہوئی، تقریباً ۲۰۰ اہل علم اس میں شریک ہوئے، ان میں آسٹریا، سویڈن، ہنگری اور یوگوسلاویہ کے علماء بھی موجود تھے، مجلس استقبالیہ نے عموماً اور پالی کے مشہور استاد پروفیسر ولیم اور عجائب خانہ کے محقق آریا پروفیسر لوسین شرمین نے اس کو کامیاب بنانے میں بہت حصہ لیا، اسی سلسلہ میں قومی عجائب خانہ میں ایشیائی فنون اور صنعتوں کی نمائش کا بھی انتظام کیا گیا تھا، اشیاء سے نمائش میں سب سے زیادہ نمایاں چیزیں وہ تھیں جو جاپان، چین اور ہندوستان سے مذہب بودھ کے متعلق جمع کی گئی تھیں،

اجلاس کو مباحث کے لحاظ سے چار شعبوں میں تقسیم کیا گیا تھا، ان میں کافی مضامین پڑھے گئے، اجلاس کے اختتام کے وقت پروفیسر لٹ مین نے ایک عام فاضلانہ مضمون جرمنی اور مشرقی مآخذ الفاظ کی روشنی میں پڑھا، مضمون نگار نے بتایا کہ جرمن زبان میں ۱۱۰۰۰ ایسے مآخذ الفاظ ہیں جو مشرقی زبانوں سے لیے گئے ہیں، ان الفاظ میں سے کچھ تو روکن اپنے ساتھ لائے، کچھ کو اہل اطالیہ نے مسلمانوں سے سیکھ کر ہم کو بتایا اور کچھ وہیں عبرانی اور دوسری مشرقی زبانوں سے مختلف یورپین اقوام کے ذریعہ ہم تک پہنچے، اسی قسم کا مضمون ڈاکٹر اسوالڈ سپنگلر (DR. OSWALD SPENGLER) نے جنگی

تصنیف، زوال مغرب نے دو سال قبل تمام جرمنی میں ایک مہم چلا کر دیا تھا، "قدیم" نقشے پڑھا، انھوں نے تحریک کی کہ دنیا کے بہت سے نقشے بنائے جائیں جن میں عہد ہند کے قدیم، اور حیاتی حالات دکھائے جائیں، اقوام کی ہجرت و سکونت بتائی جائے اور سیاسی واقعات کے اثرات کا اظہار ہو، پروفیسر ای کرنی مین نے یونانی عہد تمدن سے پہلے بحر روم میں عورتوں کی حالت پر ایک دلچسپ مضمون سنایا، اس مضمون میں دکھایا گیا تھا کہ اس عہد کے تمدن میں جو ۲۰۰۰ ق م سے ۸۰۰ ق م پر مشتمل ہے، لائق ادا مثالیں، بھائی بہنوں کی شادی کی جاتی ہیں، اگرچہ ابتدائی یہ رسم پہلے شاہی خاندان تک محدود تھی لیکن بعد میں عام ہو گئی تھی،

پروفیسر ایوان لی کاگ نے ایک تقریر وسط ایشیا میں مرکزی حیثیت سے پڑھی، پروفیسر مذکورہ و اثری مہمون کے جو ۱۹۲۵ء اور ۱۹۲۶ء میں طرفان (مشرقی ترکستان) گئی تھیں ان میں رہ چکے ہیں، انھوں نے بتایا کہ کس طرح مشرق و مغرب کے فنون و صنعت کا ذوق متحد و مشترک ہو، اس کے علاوہ مختلف شعبوں کی مجالس میں متحدہ مضامین پڑھے گئے ان میں سے ہندوستان اور مشرق اقصیٰ کے متعلق مندرجہ ذیل مضامین قابل ذکر ہیں، ڈاکٹر ای گرونیڈل (DR. A. GRUENWALD) اور پروفیسر ایوان لی کاگ کی سرکردگی میں جو تین اثری مہمون ترکستان گئی تھیں (DEL) اور پروفیسر ایوان لی کاگ کی سرکردگی میں جو تین اثری مہمون ترکستان گئی تھیں

وہ علمی دادی لحاظ سے بھی بہت کامیاب ثابت ہوئیں، انھوں نے ۱۶ زبانوں اور ۲۴ طرز تحریر و ن کا پتہ چلایا اور انکی کتابیں جمع کیں، ان میں سے بعض تہوں پر لکھی ہوئی تھیں، اور پروفیسر لویڈرس وغیرہ کو ان کو جوڑنا پڑا ہے، پروفیسر ایم لویڈرس نے اس مجلس میں اعلان کیا کہ انھوں نے بودھی سرستویدین کے اصلی و محرف نسخے جمع کر لیے ہیں، ڈاکٹر ایم. وینر نے ڈاکٹر ہینڈارکر کی مشرقی انجمن پونا کی علمی تحقیقات پر روشنی ڈالی، اور بتایا کہ وہاں کے ارکان کس طرح مہابھارت کا صحیح نسخہ شائع کر رہے ہیں، ڈاکٹر فٹزٹراڈ (DR. FITZTREAD) نے تحریک کی کہ مذہب بودھ کی کتب



مقامات پر رہتے ہیں بعض دوسرے مذاہب کی طرح ان کے یہاں بھی تمام زمین مثلاً شادی، عطلہ وغیرہ ان کے مذہبی پیشوا جیٹو گنزیرو دیکتے ہیں اور کرتے ہیں، یہ پیشوا ایسے اوقات میں خاص لباس پہنتے ہیں، جس کو رستہ کہا جاتا ہے، اس میں مختلف کپڑے ہوتے ہیں، مثلاً صدری، عبا، مٹی، عمامہ، وغیرہ اس کے ساتھ ہی ان کو ایک عصا بھی رکھنا پڑتا ہے،

صائبی عیسائی، یہودی اور مسلمانوں کی طرح ایک خدا کی پرستش کرتے ہیں لیکن ان کے خدا کا تخیل بہت زیادہ روحانی ہے، وہ سب سے بلند اور سب پر حاوی ہے، وہ ظاہری دنیا کے لیے مختلف نام مقرر کرتا ہے، وہ سبب اول ہے، یہ نائب نہ تو دیتا ہیں اور نہ فرشتے، ان کے یہاں ان ناموں کو ملکی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، یہ ارواحِ قوی، روشنی اور صفائی کی دنیا، عالمِ دہرو، مینِ ہتی مین، یہ عالم غیر فانی ہے، ملکوں میں عورت اور مرد دونوں ہیں، اور ان کے مدارج بھی مختلف ہیں، یہ خواہشات سے بری، اور فوق الفطرت قوی سے مسلح رہتے ہیں، انسانوں کی طرح یہ بھی اس خدا سے برحق کی عبادت اور اس کے احکام کی پابندی کرتے ہیں انکی تعداد ۷۰ ہے اور صابیوں کے یہاں ان میں سے ہر ایک کا مستقل نام ہے، ان میں قابل ذکر یہ ہیں، مرد آدرشو، یہ ملکوں کا بادشاہ ہے، اور فرزنیہ، یہ قطب شمالی میں ہے اور اعراف سے گذر نیوالی روحوں کا انصاف اس کے ہاتھ میں ہے اگر اعراف کی تکالیف ان کو پوری طور سے پاک نہیں کرتیں، تو وہ ان کو پھر دہن بھیج دیتا ہے، ان کے علاوہ ایک ملکی حول زبو دہ ہے جس نے ایک خاتونِ روحیہ کی تلاش میں اس دنیا کا سفر بھی کیا تھا، ان دونوں کی واپسی کی تقریب کو صائبی ہر سال مناتے ہیں اس ہتوار کا نام دہو دہینو ہے،

اس روحیہ کے ایک دیوزاد لڑکا اور پیدا ہوا، اور وہی اپنی پیٹھ پر اس مادی دنیا کو اٹھائے ہوئے ہے اور قیامت تک اس خدمت پر مامور رہیگا، اس کا منہ بہت بڑا ہے، اسکی سانس اس قدر گرم ہے، کہ جو شخص بھی اس سے متاثر ہوئے، نہیں سکتا، بعض کا خیال ہے کہ غیر صابی اسی دیوزاد کے تقبہ بنینگے۔

مکمل دائرۃ المعارف لکھی جائے، لیکن اس تحریک کو عملی جامہ پہنانے میں جو چیز سب سے زیادہ مشکل نظر آئی وہ سرمایہ کی کمی تھی، اس کے بعد ایچ، وان گلزنپ نے اپنا مضمون "چین مذہب، ہندوستان کی تاریخ مذاہب میں اور اسکا دوسرے مذاہب سے تعلق" پڑھا، پروفیسر ای ہنیش نے اپنا مضمون "چین میں بودھ کے مخالف تصانیف سنایا، پنچوین اور چھٹی صدی عیسوی میں چین میں بودھ مذہب کے خلاف سخت تحریک موجود تھی، ڈاکٹر جی، گوئز نے ہندوستان کی عام نقاشی پر اپنا دلچسپ مضمون پیش کیا، اور اس سے پتہ چلتا ہے کہ کس طرح اس فن نے بھی عہد بہ عہد ترقی یا سترل دیکھا ہے، عہد اسلام میں اکبر اور جہانگیر کے زمانہ حریت میں کرشن کی تصویر بہت عام ہو گئی تھی ان کے علاوہ دوسرے زمانوں میں اسلامی عنصر غالب آتے ہیں، پروفیسر این، اوڈوشرڈیر نے سنسکرت میں ڈرویدی عنصر کے موضوع پر اپنی تحریر سنائی، اس شعبہ کا سب سے آخری مضمون پی، جے، ایس کا تھا جو انھوں نے ہندو فلسفہ میں وحدت الوجود پر لکھا تھا۔

(ماڈرن ریلویز)

موجود صابین کے عقائد،

مسز ای، ایس، ڈرودرا اب ایک سال قبل اپنے سفر نامہ عراق کے ذریعہ انگریزی جاننے والے طبقہ میں روشناس ہو چکی ہیں، اب انھوں نے انگلستان کے علمی فلسفی رسالہ کوئسٹ میں صابین کے عقائد، حالت اور مذہبی رسوم کے متعلق ایک دلچسپ سلسلہ مضمون لکھنا شروع کیا، نجف اشرف اور کربلا کے متعلق کے علاوہ عراق کے ہر چھوٹے یا بڑے شہر میں صابی موجود ہیں، عراق غومہا صنایع ہوتے ہیں، اور صابی اس حیثیت سے تمام دوسری قوموں پر فوقیت رکھتے ہیں، وہ چمڑے کی کشتیاں بھی بناتے ہیں، جبکہ مشغف کہتے ہیں، اس کے علاوہ چٹائی بنانے میں بھی ان کا سب سے زیادہ حصہ ہے، اور اس صنعت کے مرکز موق اشيوخ پر ان کا قبضہ ہے،

ان کے یہاں صفائی باطن کے لیے ظاہری صفائی بسا ضروری سمجھی جاتی ہے، اور وہ اکثر ساحلی



اسکی توضیح یوں کیجاتی ہے، کہ آدم کا منہ دوزخ ہے، ان کا اعتراف ہمارے اعتراف جیسا نہیں ہے بلکہ بہشت کے مقدس خلہ میں داخل ہونے سے پہلے ہر نیک و بد روح کو اس میں گزرنا ہوگا حتیٰ کہ تمام رحمتوں کم و زیادہ تکالیف اٹھا کر اور گنہوں سے پاک ہو کر جنت میں جاوے گی ہے، داخل ہو جائیگی اور اس وقت اعتراف فنا ہو جائیگا، ان کا سب سے زیادہ عجیب عقیدہ یہ ہے کہ اس دنیا کی طرح ایک اور دنیا ہے جو نظر نہیں آتی، اور ہماری دنیا سے کم مادی ہے، ہماری دنیا کی طرح یہ بھی فانی ہے، لیکن وہاں کے باشندے جو شوقی کوشتوں کے نام سے موسوم ہیں ہماری طرح مٹی کے بنے ہوئے ہیں، لیکن ہماری طرح خرید و فروخت شادی، عبادت، کرتے اور کپڑے پہنتے ہیں، ان میں جو چیز مابہ الامتياز ہے وہ یہ ہے کہ وہ خواہش جذبات، اور خوف سے بری ہیں، ان کو شادی و غم کا احساس نہیں، وہ معصوم ہیں، ان کا لباس بہت سفید اور درخشان ہوتا ہے، موت کے بعد ان کو اعتراف سے گزرنا نہیں ہوتا،

اس مادی دنیا (ارض طویل) کے باشندے آدم و حوا کی اولاد ہیں، لیکن شوقی کوشتوں کے یہاں بھی ایک دوسرے آدم و حوا موجود ہیں، اس دنیا کے آدم و حوا کی طرح شوقی کوشتوں کے آدم و حوا کے یہاں بھی ایک لڑکی تھی، اس دنیا والی لڑکی خوبصورت تھی اور دوسری دنیا کی لڑکی اس سے بھی زیادہ حسین و عارفی دنیا کے آدم نے ارضی دنیا کے آدم کی لڑکی سے شادی کی، اور اس شادی کا نتیجہ صابی قوم ہے، دنیاوی آدم نے بھی روحی آدم کی لڑکی سے شادی کی، لیکن اس سے کوئی اولاد نہ ہوئی

عام اسلامی اور عیسائی مذہب میں اس قسم کی کوئی نیم روحانی دنیا موجود نہیں ہے، لیکن بعض شیعہ روایات میں اس کا پتہ چلتا ہے، ان کا خیال ہے کہ اس دنیا میں ایک جگہ جزیرۃ الخضر ہے جو عام انسانی آنکھوں سے پوشیدہ ہے اور ان کے بارہویں امام حضرت مہدی علیہ السلام وہیں پوشیدہ ہیں، اور جب وقت آئے گا تو وہ یہیں سے ظہور کریں گے، ایک شیعہ مجتہد نے ایک کتاب میں اس جزیرہ کا حال لکھا ہے، اس نے بیان کیا ہے کہ کس طرح اس کا جہاز لوٹ گیا اور کس طرح

وہ ایک جہاز کے تختہ پر بیٹھ کر اس جزیرہ تک پہنچا۔

ان کے یہاں دونوں جنسوں کے لوگ مذہبی پیشوا ہوتے ہیں، رہنما کے لیے ضروری ہے کہ وہ صحیح و تندرست ہو، جسمانی عیوب سے بری ہو، شراب و تبا کو اور دوسری لغویات سے محترز رہے، ان کے تمام وظائف اور کتابیں انکی خاص زبان مادی میں ہیں، ان میں قابل ذکر یہ ہیں، درویشی (حضرت یحییٰ کی سوانحی) ابن الرضی، کتاب التسلط، النشر اور گنزار، رہنما بننے کے لیے بڑی بڑی دعائیں یاد کرنی پڑتی ہیں، اور ساٹھ دنوں تک مختلف ریاضت کے ذریعہ اپنی روح کو پاک کرنا پڑتا ہے، کوئی بد اخلاق، بد باطن، شریر شخص اس مقدس جماعت میں داخل نہیں ہو سکتا، اس کے داخلہ کے لیے تمام قوم یا قبیلہ کی منظوری اور پسندیدگی بسا ضروری ہے،

## تاریخ ادبیات ایران جلد چہارم

ہانس لندن نے اپنے علمی ضمیمہ میں ڈاکٹر براؤن کی آخری تصنیف پر جس کا اجمالی بیان گذشتہ ماہ کے شذرات میں کیا جا چکا ہے، ان الفاظ میں تنقید لکھی ہے،

”مشرقی تاریخ کے طلبہ کے لیے سلسلہ ادبیات ایران کی چوتھی جلد کی اشاعت خاص اہمیت رکھتی ہے، پروفیسر براؤن نے فارسی سیکھتے وقت جو ارادہ کیا تھا اور جس کو انھوں نے اس کامیاب طریقہ سے پورا کیا ہے، اس پر وہ مستحق مبارک ہیں، پہلی جلد ۱۹۰۶ء میں شائع ہوئی تھی اور اس طرح اسکی تکمیل میں ۲۲ سال صرف ہوئے، یہ جلد بقیہ تین جلدوں سے زیادہ اہم ہے، کیونکہ اس میں ان کو بہت زیادہ ذاتی تحقیق سے کام لینا پڑا ہے، اس میں بعض ایسے مباحث ہیں جن پر کبھی کسی عالم نے تفصیل کے ساتھ قلم نہیں اٹھایا تھا مثلاً اس کتاب میں ہم کو سب سے پہلے حکومت صفویہ کے صلی بانی شیعہ مذہب کے مکمل اعتقادات اور موجودہ عہد کے ایرانی شعراء کا حال معلوم ہوتا ہے،

مصنف ہم کو یقین دلاتا ہے کہ یہ کتاب کسی سیاسی غرض سے نہیں لکھی گئی ہے، اور اس میں



جو تاریخی واقعات بیان کیے گئے ہیں انکی وجہ صرف یہ ہے کہ تعلیم یافتہ یورپ کے اکثر ارکان مشرق کی  
بجمل تاریخ سے بھی واقفیت نہیں رکھتے، اگر ایسا نہ ہوتا تو یہ حصے نکال دیے جاتے، جن چار صدیوں  
کے حالات پر یہ کتاب مشتمل ہے، وہ ادبیات کے بجائے سیاسی اور معاشرتی لحاظ سے زیادہ اہم ہیں  
حضرت جانی کی وفات تک جس پرتیسری جلد ختم ہوتی ہے کوئی زمانہ ایسا نہیں ملتا جن میں مشہور شعرا  
نہ پیدا ہوئے ہوں، لیکن سولہویں صدی کے آخر دنوں سے انیسویں صدی کے وسط تک ہم کو انکی  
عام کمی محسوس ہوتی ہے، اگرچہ ان میں سے اکثر ایران ہی میں پیدا ہوئے لیکن زیادہ تر ہندوستان میں  
جا کر رہ گئے، ان چار تئیس سالوں میں ہم کو صرف ایک ایرانی شاعر ایسا ملتا ہے جو ایران ہی کی خاک  
سے اٹھا اور پھر اسی میں مل گیا، وہ قافی المتونی سہلہ تھا، زبان پر قدرت اور زور بیان ایسی چیز  
ہیں جن کے لئے قافی ہمیشہ متاثر ہو گیا، اس طویل خاموشی کے بعد ایک ایسے شاعر کا پیدا ہونا جو عروض  
میں بھی قدیم اصول کا پابند ہو، ایک ایسی حقیقت جسکی نظیر کسی تاریخ، ادبیات میں نہیں ملتی، ڈاکٹر براؤن  
کا بیان ہے:-

”تقریباً ہر تعلیم یافتہ ایرانی سننے کے قابل اشعار کہہ سکتا ہے، اور اکثر ایسے اشعار کہتے  
ہیں اسی کے ساتھ جن لوگوں نے اس کو اپنی زندگی کا مشغلہ بنالیا ہے، اور بڑے بڑے دیوان  
مرتب کرتے ہیں، ان کی تعداد بھی کافی ہے علاوہ برین یہ شاعری اس قدر رسمی ہوتی ہے اور  
اس کی زبان ان چند صدیوں میں اس قدر کم بدلی ہے کہ اگر ایک شخص مختلف اشخاص کی  
غزلوں کو جو مختلف عہد میں لکھی گئی ہوں جمع کر دے اور تخلص کا شعر نکال دے تو کوئی  
شخص بھی ان کو تاریخی حیثیت سے کسی صورت سے بھی مرتب نہیں کر سکتا،“

اس لیے ضرورتاً اس جلد میں تاریخ کے لیے گنجائش نکالنی پڑی، اور ہم کو افسوس ہے کہ  
موضوع کی جذبات اور اہمیت کے باوجود اس کو مختصر ہی بیان کرنا پڑا ہے، ہماری تفتیشی کہ ہم

ایک مستقل جلد صفویوں کے عروج و زوال پر اور دوسری نادر شاہ کا چاری حکومت اور موجودہ ایران  
کی تاریخ کے متعلق مطالعہ کر سکتے،

شاید اس کی بہترین خصوصیت وہ طریقہ بیان ہے جس میں اسماعیل شاہ کی قومی خدمات بتائی گئیں  
ہیں اور دکھایا گیا ہے کہ اس نے ایرانیوں کو متحد کر کے کس طرح ملک کی حفاظت کا سامان دیا کر دیا،  
پروفیسر براؤن اور صرف وہی تاریخ کی ایک بڑی ضرورت — یعنی ساسانیوں کے زوال سے  
اب تک کی ایران کی مفصل تاریخ کو پورا کر سکتے ہیں، ہم کو اُمید رکھنی چاہئے اب وہ اس طرف متوجہ ہو گئے  
اگرچہ انھوں نے تیسری اور چوتھی جلدوں میں تاریخ کے اہم ترین واقعات پر روشنی ڈالی ہے لیکن پھر بھی  
بہت سی کڑیاں اب تک نہیں ملی ہیں، پروفیسر براؤن نے بتا دیا ہے کہ ایران کی تاریخ کے لیے وہاں کافی  
مواد موجود ہے، اگرچہ حال تک ایران کی عام اسلامی تاریخ کی حالت نہایت بری تھی اور لوگ صرف  
ذرائع کا سرسری بیان کر دینا کافی سمجھتے تھے لیکن اب عربی، فارسی اور ترکی میں ایسے مصنفین پیدا  
ہو گئے ہیں جنکی تصانیف، بہترین یورپین تصانیف کے پہلو بہ پہلو کھی جاسکتی ہیں، اس تحریک جدید پر پروفیسر  
براؤن اس جلد میں بحث کی ہے، ایرانیوں کی ایک تعلیم یافتہ جماعت نے جو آیام جنگ میں جرمنی میں  
تھی اور جرمنی سے صرف اس لیے ہمدردی رکھتی تھی کہ وہ ظالم روس کے خلاف برسر جنگ تھے اسے جرمنی  
تبلیغ سے متاثر ہو کر اور اسکی مدد سے ایک مطبع قائم کیا، اور وہاں سے ایک ماہوار رسالہ کا وہ نکلا،  
یہ رسالہ زیادہ تر سیاسی تھا، اور ۲۴ جنوری ۱۹۱۶ء سے ۱۵ اگست ۱۹۱۹ء تک نکلتا رہا، اس کے بعد اگرچہ  
اسکی ادبیت جو ایران کے بہترین موجودہ شاعر کا اعلیٰ نمونہ تھی باقی رہی لیکن رسالہ ادبی ہو گیا، یہ ادبی  
کا وہ ۲۴ جنوری ۱۹۱۶ء میں نکلا لیکن بارہ پرچوں کے بعد ہی اس کا خاتمہ ہو گیا اور اب جون ۱۹۲۲ء  
سے ایران شہر نام ایک رسالہ اسکی جگہ شایع ہو رہا ہے، اس رسالہ کے علاوہ اس مطبع نے بہترین  
تصانیف کو بھی نہایت اعلیٰ پیمانہ پر شائع کرنا شروع کیا ہے، کا وہ کا یہ جدید علمی سلسلہ اس حیثیت سے



بہت اہم ہے کہ وہ ایران کے متعلق بہترین ایرانی دماغوں کی جدید ترین تحقیقات کو جو یورپین  
مستشرقین کی تصانیف سے استفادہ کے بعد لکھی گئی ہیں پیش کرتا ہے۔ . . . .

پروفیسر براؤن نے آئندہ محققین کو تحقیقات کی صحیح راہ بتا دی ہے اور اس حیثیت سے انھوں  
نے اپنی آخری دو جلدوں میں ادبیات و تاریخ کے اشتراک کی بہترین مثال پیش کی ہے۔ انکی یہ چارٹا  
تصانیف نو نہ ہیں، بلکہ ہمیشہ نظر رکھ کر آئندہ تحقیقات جاری رکھی جاسکتی ہے، کتاب جامعہ کبرج کے  
مطبع سے ۲۵ شلنگ میں مل سکتی ہے،

## مُقَالَہٴ رُوسُو

فرانس کا مشہور علمی سیاسی انقلاب جن ارباب دماغ کا نتیجہ ہے ان  
میں روسو کو خاص اہمیت حاصل ہو دنیا کی اکثر مہذب بانوں میں اسکی تصنیف کا ترجمہ ہو گئے

ہیں صاحبزادہ ظفر حسین خان سب فی پٹی اسپیکر تعلیمات پبلیک ہسپتال کے ایک اہم رسالہ کا ترجمہ اور

مصنفین نے شائع کیا ہے اس میں روسو نے علوم کی قدروں پر ناقذانہ نگاہ ڈالی ہے اس

لائق ہو کہ اردو دان اصحاب اس کا مطالعہ کریں قیمت ۸ ر

”نیچر“

## اِحْیَاءِ عِلْمِیَّہٗ

گذشتہ جولائی میں برطانوی اطباء کی مجلس کا بریڈ فورڈ میں اجلاس ہوا تھا، اس موقع پر بارک  
کے ارک بشاپ نے ان سے درخواست کی تھی کہ طبی سحاط سے اس بات پر اظہار رائے کریں کہ آیا  
مادی علاج کی طرح امراض کے دغیہ کے لیے روحانی علاج بھی کوئی شے ہے یا نہیں؟ مجلس اطباء  
ایک ہفتہ سے زیادہ کے غور و فکر اور مباحثہ کے بعد ان کو اطلاع دی ہے کہ اس کے خیال میں روحانی  
علاج کوئی شے نہیں ہے، کیا مادیت اپنے انتہائی نقطہ پر نہیں پہنچ گئی ہے؟

لندن کی عشرت پسند آبادی کے اخلاق کی اصلاح کے لیے یہ قانون بنایا گیا تھا کہ کوئی کلب یا  
ہوٹل ایک مقررہ وقت کے بعد کھلانا رہے اور نہ اس کے بعد شراب بھی جائے، لیکن وہاں کے زندہ  
برابر اس کے خلاف ورزی کرتے رہتے ہیں چنانچہ اب تک ایک ہزار پونڈ بطور جرمانہ وصول کیا جا چکا ہے،  
اس کا شرمناک پہلو یہ ہے کہ اس جرم میں مردوں سے زیادہ صنف نازک کا حصہ ہے، یورپ کا اسی اخلاق  
سوز تہذیب سے مشرق کے معصوم اور نار یک خلوت مکدہ کو منور کرنا اس وقت اس کا بہترین فرض سمجھا جاتا ہے

مجلس عمل کی ایک اطلاع منظر ہے کہ ۱۹۲۰ء میں ٹریڈ یونین کے ارکان کی تعداد... تک  
پہنچ گئی تھی لیکن ۱۹۲۲ء میں اس میں بہت بڑی کمی واقع ہو گئی اور اس وقت اس کے صرف

۴۵۰ : ۰۰۰ ارکان ہیں،



انگلستان میں بیکاروں کی جو کثرت ہو رہی ہے، اس کو دور کرنے کے لیے وزیر مالیات نے اعلان کیا ہے کہ آئندہ موسم سرما میں حکومت ایک بڑے پیمانے پر مختلف کام شروع کرے گی، ان کاموں میں ۶۰۰۰۰۰ پونڈ صرف ہونگے، اس اجمال کی تفصیل یہ ہے:-

حصول و وسعت برق کے لیے	۱۰۰۰۰۰۰ پونڈ
سڑکوں کی وسعت و مرمت	۱۳۵۰۰۰۰
گریٹ و سٹرن ریلوے	۱۳۰۰۰۰۰
لندن اینڈ این ڈبلوریلوے	۱۴۰۰۰۰۰
لندن میڈلینڈ اسکاٹس ریلوے	۱۳۵۰۰۰۰
ساؤدرن ریلوے	۱۰۰۰۰۰۰

راک فیلر اسٹیوٹ، نیویارک، (امریکہ) کے ڈاکٹر میکس کرل نے ایک چڑیا کا دل اس کے مرجانے کے بعد مختلف ادویہ کے ذریعہ ۱۲ سالوں تک متحرک رکھا ہے،

اطالیہ کے علاقہ اریچو کے ایک مقام کسیری میں جسکو مشہور رومی خطیب سیرو (GIGERO) کے مولد ہونے کا بھی شرت حاصل ہے، بعض دانت نکلے ہیں جو امتداد زمانہ سے پتھر کے ہو گئے ہیں، ان میں اکثر فٹ پانچ لپٹے، پنج چوڑے اور ۳۵ پونڈ وزنی ہیں،

یورپ، اپنے مصنفین کی قدیم تصانیف کی جتنی قدر کرتا ہے اس کا اندازہ ٹالس کے ادبی ضمیمہ کے مستقل عنوان فروخت پر خیالات (NOTES ON SALE) سے ہو سکتا ہے ہم نمونہ گذشتہ

ماہ کی چار کتابوں کو پیش کرتے ہیں، سو تھبے کمپنی نے ۱۲ صدی کی ایک مصور انجیل مسٹر گر کے ہاتھ بچی ہوئی اسکی قیمت ۳۲۰۰ پونڈ ادا کی گئی، اگر کسی کی مشہور نظم ایچی کا ایک نسخہ جو ۱۸۵۰ء میں چھپا تھا اور جسکی قیمت ۱۵۰ پونڈ تھی ۱۵۵۰ پونڈ کو فروخت ہوا، برنس کے دیوان کا ایک نسخہ جو ۱۸۵۰ء میں پہلی مرتبہ شائع ہوا تھا، ۵۶۰ پونڈ کو قدر دان کے ہاتھ میں پہنچا اور ملٹن کی نظم شیت گم گشتہ کا ایک نسخہ جو ۱۸۵۰ء میں شائع ہوا تھا ۵۰ پونڈ بچا

مصر میں برطانوی اثری کھجالی ہی میں ایک ۱۵ اینچ کے ہاتھی دانت کا بت کھود کر نکالا ہے اس تصویر کے متعلق خیال ہو کہ گذشتہ تاسخ اثری و تہذیب مصر کے متعلق جو کچھ معلوم ہے اس سے جدا ہی چیز ہے، اور اندازہ لگایا گیا ہے کہ اس سے ۱۰ ہزار قبل میلاد مسیح کے مصری تمدن کا حال معلوم ہو سکتا ہے اس دریافت کا سہرا پروفیسر سر فلنڈرس پیرس کے سر ہے یہ مورت بالائی مصر میں اسوط سے تین میل پر نکلی ہے،

گذشتہ ماہ کا علمی حادثہ مسٹر جوزف کو زرد کی موت ہے، مسٹر موصوف انگریزی کے مشہور دانش نگار تھے، ان کا اصلی وطن پولینڈ تھا، لیکن ۱۸۵۰ء میں انھوں نے مستقل طور سے برطانوی رعایا کی حیثیت سے انگلستان میں اقامت اختیار کر لی، ان کے افسانے ہر طبقہ کے لوگوں میں بہت مقبول ہوئے

دیسلی نمائش میں جہاں ہندوستان کی صنعت و حرفت کی نمائش کے لیے بہت سی اور چیزیں لگی ہیں، وہاں ایک پروں کا بنا ہوا شال بھی ہے، گزلابا اور ۵۸ اینچ چوڑا ہے، لیکن اس قدر نرم ہے کہ ایک انگوٹھی کے اندر سے نکال لیا جاتا ہے، اسکی تیاری میں تین سال صرف ہوئے ہیں، اور اسکی قیمت ۵۰۰ پونڈ ہے،



حال ہی میں لندن میں ماہرین نباتات کا ایک جلسہ ہوا تھا اس میں برطانوی حکومت کے تمام مقبوضات کے نمائندے شریک تھے اس جلسہ میں ایک تجویز یہ بھی پیش ہوئی کہ ضرورت ہے کہ تمام برطانوی ممالک کی نباتاتی پیدائش کی جائے تاکہ ہر ملک کو معلوم ہو سکے کہ دوسرے ممالک کے نباتات کا کیا حال ہے۔

مشہور مرتبہ ماہر اقتصادیات مسٹر کیل نے کئی سالوں سے پونا میں ایک زمانہ یونیورسٹی قائم کر رکھی ہے اس تعلیم میں اسے بہت کچھ ترقی حاصل کر لی ہے اور اگر یہ کامیاب ثابت ہو گئی تو تعلیم انسان میں ایک انقلاب پیدا ہو جائے گا گذشتہ ماہ میں اس کا جلسہ تقسیم سنا و منعقد ہوا تھا اس کے صدر دیوان بہادر جے ایس راؤ تھے اس سال پانچ گریجویٹ خواتین کو گریجویٹ اگنا کی سندین ملین ان میں چار احمد آباد مہلیا پائٹالہ کی تھیں صدر کی رائے ہے کہ خواتین کے لیے الگ ایک طبی کالج بھی قائم کیا جائے۔

رائل سوسائٹی آف میڈیسن اینڈ بائیجن نے حال ہی میں ایک اطلاع شائع کی ہے کہ باگلوں کے فالج کا بہترین علاج یہ ہے کہ ان کے جسم میں ملیریا کے جراثیم داخل کر دیے جائیں اس علاج مرضیوں سے جو بچریات حاصل ہوئے ہیں وہ بہت جلد افزا ہیں اس وقت تک ۸۴ اشخاص پر اس کا کامیاب تجربہ کیا جا چکا ہے۔

لندن کے علمی و حرفتی کالج نے ۲۰۰ پونڈ سالانہ کے دو وظائف ہندوستان کے دو طالب علموں کو دینا منظور کیا ہے یہ طلبہ کسی یونیورسٹی کے بھی ہوں داخل کر لیے جائیں گے اور انکو سال بھر تک امپریل کالج میں رہ کر تکمیل تعلیم کرنا ہوگا وہ ان کا سال راکٹور بہت شروع ہوتا ہے۔

## اگر بیٹا

### یاد دینے

از

حضرت شرف

ترپ جاتا ہر دل جس دم مدینہ یاد آتا ہے کسی کے سبز گنبد کا نظارہ یاد آتا ہے  
وہ چرچہ یاد آتا ہے وہ جلسہ یاد آتا ہے وہ باغون میں قبا کے ہاتھ یاد آتا ہے  
تفناؤ شست و صرا بھی کھٹی جاتی ہو اکٹھو نہیں وہ جلوہ دہن کوہ احد کا یاد آتا ہے  
ہے عثمان غنی کا فیض کیسا آج تک جاری بھرتا ہر دل جب بیر و مہ یاد آتا ہے  
اُتر آتی صورت آنکھ میں خستہ مساجد کی وہ میدانِ قبلتین پاک کا یاد آتا ہے  
بہا کر تو ہی لے سیل سرشک خون مجھے بچلے کہ دادی عقیق اور بیر برن یاد آتا ہے  
وہ کوہِ سلج کی چھوٹی پہاڑی باب شامی پر وہ خوش منظر وہ دلکش اکاد کا یاد آتا ہے  
تصویر شک بنری کر رہا ہو خاکِ طیبہ کا مجھے رہے ہے بابِ عنبر یاد آتا ہے  
وہ منزل گاہ زواریں کی شہرِ طیبہ میں جسے سب لوگ کہتے ہیں مغافیر یاد آتا ہے  
دل آویزی وہ سگی تو دھپسی وہ سگی مجھے ایک اک گلی ایک یک کچھ یاد آتا ہے  
بس اسیر اب کرتے ہو گیا پیاسا میں برس کا مجھے پانی ترالے عین زرقا یاد آتا ہے

لے سیر تفریح سے چوتراہ جس جگہ جاجون کا قافلہ شہر ہے یہ مدینہ شریف کی نہر کا نام،



وہ مسجد جس کے اندر جلوہ فرما فرما عالم ہیں  
وہ چھت وہ دروہ محرابین وہ والا اور دروہ  
کبھی ہیں عرش پر نظرین کبھی ہیں خلعتیں نکھرتی  
قریب روضہ اطہر قرین حبس نور  
خدا کا نام جس پر گونجتا ہے آپ کے آگے  
حجاب اٹھ جائیں ابو میری چشم شوق یار  
پڑا ہوں سانسے کبھی لے سجدے میں مگر مجھ کو  
وہ رونق شہر کی وہ زائون کا رات دن مجمع  
بہار مرقد شاہ شہیدان کس طرح بھولوں  
بقیع پاک میں ہر کون کون آسودہ کیا کہنے  
وہین کی بجگو مٹی کر کے چمکا نامرے موٹی  
دینے میں پنچ جاؤں تو کئے کو نہیں بھولوں

شرف مرکز رہا کرتی تھی جس کا ذات معصومی

وہ خاصان خدا کا مجھ کو حلقا یاد آتا ہے،

قد پارسی

جناب میر ولی اللہ صاحب وکیل یسٹ آباد

گوئی کہ وجود تو نو دے ست فقط (۱) آشکدہ بود تو دے ست فقط

اسے حرم نبوی کی گیارہاں جن میں ریت بھی جوتی ہے، اسے وہ ستون جس سے پشت مبارک لگا کر سرور عالم بیٹھا کرتے تھے شاہ محمد معصوم صاحب مرحوم شیخ الطریقۃ المجدید والدہ حضرت شرف،

حیف است کہ در بند زبانی بہر چہ  
در جیب تو سرمایہ سود گشت فقط (۲)

عرسے کہ مکر بود آن حزن نہ  
در یاسے ترانیت کرانے پیدا  
این سردی تو چھیت بہت برن نہ  
چون جام صدف جام تنکظن نہ (۳)

کہسار ز گلزار بہ آرام ترا  
ششاد کجا شاخ گل سسج کجا،  
قوت بود از حسن خوش انجام ترا  
شہباز ز طاؤس بہ اندام ترا (۴)

مرغان چمن نغمہ سرائند محسب  
در کلبہ تاریک چہ خسی بد مست  
کالائے تو در خواب رہت محسب  
خوبان بچان جلوہ نہایت محسب (۵)

در یاب کہ عمر تو ہمین یک بارہست  
از ناصیہ شش گیر، بقول شخصے  
این رشتہ بار یک ہمین یک تارہست  
این اہلن آیام سبک رفتارہست (۶)

بے خار بگلزار چیدن معلوم  
بے آنکہ بازی برہ ناہوار  
بوسے گل مقصود شنیدن معلوم  
تا منزل محبوب رسیدن معلوم



# اوراق پیکرین

## منسلک

از مولوی سید مقبول احمد صاحب ایم آر اے ایس ایف آرائیس لے

نہیل مسلمان پیکرین شرق

(۲)

بازگلبانگ پریشان می زخم،

قارئین محترم! میں اپنی دیررسی سے شرمسار ہوں، نخبۃ الشرق وہی کتاب ہے جسکی ابتدائی اجزاء پر گزشتہ فروری میں کچھ گزارش کر چکا ہوں، آج مجھے اس کے ایک اور حصہ کے نسبت عرض کرنا یعنی سیاحت نامہ ولیم ہنٹر پر مکتوبات میر عبد الجلیل بلگرامی کو آئندہ پیش کرونگا، وصایائے افلاطون بارسطوفارسی سے منقول ہیں اصل کو اخلاق ناصری میں دیکھ لیجئے، زیر نظر مجموعہ میں انکی متن اور ترجمہ بالمقابل نے آٹھ صفحے لیے ہیں،

مسٹر ولیم ہنٹر کا سفرنامہ ایک صدی پیشتر اہل علم میں بہت شہرت رکھتا تھا اور بڑی قدر سے دیکھا جاتا تھا اور بے شبہ اس کا مستحق تھا کہ مستقل کتاب کی حیثیت سے طبع کیا جاتا لیکن جہاں تک پہچان کی تحقیق ہے رسائل و مجلات سے جدا کر کے نہیں چھاپا گیا اور نہ کسی مشہور کتب خانہ میں نظر

آتا ہے، بعض حواشی سے تہہ چلتا ہے کہ کچھ حصہ ۱۸۴۳ء میں قلمبند کیا گیا تھا اس میں چند واقعات مابعد بھی اضافہ کر دیے گئے ہیں، انڈین مسیلمنی میں اس کے بعض اجزاء (شائیس صفحات) کے داخل کردہ سے ایک دھچپ و مکمل مجموعہ کی سی کیفیت پیدا ہو گئی ہے، اس کا نام "جزیرہ ہندوستان کے مقامات کی سرسری یادداشت" ہے، مسٹر ہنٹر کی روح کو معارف غراء کا تشکر و برکت پذیر ہونا چاہئے، جس کے بدولت او سکی یاد ڈیڑھ سو برس بعد تازہ ہوتی ہے اور انکی تحریر اردو کا جامہ پہنکر بقائے دوام کی خدمت پاتی ہے، اس کا عنوان انگریزی اور مصنف کا نام پیکرین خیال دو باتوں پر خود بخود منقطع ہو جاتا ہے، ایک، یہ قطعہ ارض اس وقت تک انڈیا کے موقر اور شاندار نام سے شرف یاب نہ ہوا تھا حتی کہ انگریزوں کے قلم سے بھی ہندوستان ہی نکلتا تھا، دوسرے، ہنٹر صاحب قیامت نہ مسٹر ولیم ہنٹر لکھے جاتے تھے نہ ڈاکٹر ہنٹر، بلکہ ولیم ہنٹر اسکوائر، "اسکوائر" وہ لفظ ہے جو معمولاً ہر غیر خطاب دار شریف انگریز کے نام کے بعد شامل کر دیا جاتا ہے اور تقریباً "مسٹر" کے مساوی ہے، اس کا مرادف ہماری زبان میں "صاحب" کو کہہ سکتے ہیں، یہ صاحب ڈاکٹر گلگرسٹ کے شریک کلاہ اور اردو کی ترقی اور نشر و اشاعت میں رفیق و مددگار تھے، انھیں نے کپتان ڈاکٹر جوزف ٹیلر پر و فیسر زبان ہندوستانی کی ہندوستانی و انگریزی لغت کی نظر ثانی کی تھی جو کارنائیکل اسمتھ (سول سروس) کے زیر ادارت و اہتمام ۱۸۴۳ء میں لندن میں طبع و شایع ہوئی، انھیں نے انجیل مقدس (عہد نامہ جدید) کے ترجمہ کا (جسکو مرزا فطرت نے فورٹ ولیم کالج کے دیگر ہندوستانی اساتذہ و علماء کی امداد سے کیا تھا) اصل یونانی سے مقابلہ و تصحیح کیا جو کلکتہ میں ۱۸۴۳ء میں چھاپا گیا،

اس ذیل میں ابتداء مضامین مدراس کے بعض دیہات و قصبات کا تذکرہ ہے، خود

Curson's Remarks on Places in The Peninow  
and on The Continent of Hindostan BY W. HUNTER  
India ESQR



دولت مقناطیسی سے مالا مال ہو رہے تھے۔

اسی جگہ چمڑے کے ذول اور بیلون کی جوڑی اور بلند گتری (چرخی) کے ذریعہ سے گھرے کنوؤں سے پانی نکالنا اور آب پاشی کا ایک غیر ملک کے باشندے نے حیرت افزا نماد دکھایا جسکی تشریح کر کے اس نے اپنے اہل وطن کے واسطے ایک عمدہ سبق یا سرمایہ معلومات فراہم کر دیا ہے، مسٹر ہنٹر کے ذہین دوست مسٹر وارن نے اس اختراع عجیب کا نقشہ بھی صفحہ قوطاس پر کھینچ دیا تھا جسکی نقل شامل ہے، ظاہر ہے کہ اس وقت تک بلاک فوٹو ایجاد نہیں ہوا تھا اس لیے یہ تصویر لیتھو (سنگ) پر چھپی ہوئی ہے، ہمارے ملک کی قدامت پسندی یا کند ذہنی بھی کس قدر قابلِ داد ہے کہ ڈیرہ سو برس پیشتر بھی بیلون کی جوئین اور کنوؤں کی من اور دلاب کا طرز و وضع وہی تھا جو اب ہے غریب و بھقان زیرِ کرکچ پیٹنے ہوئے ہے باقی سارا بدن دیسا ہی برہنہ نظر آتا ہے جیسا آج کل آپ دیکھتے ہونگے، آگے چل کر یہ نامور مسافر لکھتا ہے،

”انجول“ سے جانبِ غرب بچھا شمال ۵۶ درجہ پر ایک پہاڑی واقع ہے جس کو کوہِ غران *Speaking mountain* کہتے ہیں، لوگوں کا بیان ہے کہ متعدد و مختلف اوقات پر اس سے شور اٹھتا ہے، عموماً دو یا تین ماہ کے فصل سے، زمانہ بارش میں اکثر اور بروایت بعض ایام گرامین مہمذا زمین کی لرزش انجول میں بھی محسوس ہوتی ہے،

کرنیل پیرس کی ہمراہی میں اس پہاڑ پر میں بھی چڑھا جو موضع چھ کورتی سے دو میل اس طرف واقع ہے، انجول سے اس گاؤں کا فاصلہ چودہ میل سات فرلانگ ہوگا،

لے کرنیل پیرس *Colonel Pearce* وہی صاحب ہیں جنہوں نے ایشیا ٹک ریسرچرز میں مختلف اشیاء و مقامات پر مضامین لکھے ہیں، بالخصوص انڈین اسٹنکس یا ہندوستان کے ابوالہول پر جلد خیم میں ادن کی تحریر قابلِ مطالعہ ہے،

مدرسہ ہی اس وقت صوبہ کرناٹک کا ایک گنم قرہ تھا، اس کا وجود قابلِ اعتناء نہ تھا تو اس کے حوالیٰ مضامین کی کیا وقعت ہوگی، عموماً وہی مقامات ہیں جنکی رونق و عظمت انگریزوں کے بدولت بڑھی تھی یا جنکے ساتھ ان کو دلچسپی تھی یا جہان انگریزی فوجین قیام گزین تھیں، ان کے بعد سٹیج کا چند پرانے تاریخی شہروں میں گذر ہوتا ہے، انگریزی کا اطلاق ہوا وہی ڈیرہ سو سال پرانا ہے جو اس وقت متروک ہے، میں صرف انہیں مواقعِ ارجباب و غرائب کو نقل کرنا چاہتا ہوں جن سے میرے خیال میں بزرگانِ معارف کو بے لطفی نہ ہو،

ٹری وینور (*Trivalore*) مدرسہ اس سے پنج میل شمال پر محلِ بحر سے نصف میل کے اندر کوئی چھاؤنی تھی جہاں فرج بنگال کا ایک دستہ متعین تھا، اس گاؤں میں ایک مندر کے سوا کوئی عمارت قابلِ توجہ نہ تھی، تاہم اسی کی تفصیل اور یہاں کے دھان کے سرسبز کھیتوں، ناریل کے شاد و سایہ دار باغ اور کچور اور تار کے سرفک اشجار، املی، آم اور عریقہ (چھالیا) کے غظیم شان و رخنوں نے کافی جگہ لے لی ہے،

انجول (*Ongele*) اسی نام کے ایک ضلع کا صدر مقام، خوب آباد اور بارونتی شہر تھا، اس کے جانبِ شمال ایک قلعہ خام مربع تھا جس کے برج مدور تھے، ایک جھیل بھی تھی اسی کے متصل دو سو تیس فٹ بلند چند پہاڑیاں تھیں جنکے پھر میں ٹوہا بمقدار کثیر اور دور دور تک پایا جاتا تھا، اصلی مقناطیس بھی یہاں دستیاب ہو چکا تھا، قرب و جوار کی تمام سرزمین سرخ رنگ تھی بعض جگہ پر سیاہ بھی، ان سب میں فزات مدنی موجود تھے، سیاہ ریت دامن کوہ کے قریب علی الخصوص ان نالوں میں پائی جاتی تھی جو پہاڑیوں سے بہکرنے والی پانی نے پیدا کر دیے تھے بعض تو تمام دکل

لے کسی چوٹے راجہ سے ارغی خرید کر کے قلعہ سینٹ حاج یا مدراس کی بنیاد پٹنہ میں ڈالی گئی تھی، یہاں کا بندرگاہ اب بھی بلحاظ صنعت و حرفت کچھ اہمیت نہیں رکھتا،



ہم نے چھ کورتی میں شکر ڈالا اور دوسرے دن صبح تڑکے پہاڑی کے دامن میں پہنچ گئے  
اس کی تقسیم تین حصوں میں ہو سکتی ہے، پہلے تو ہم ایک نہایت ڈھالو اور پھسلنے والے  
چڑھاؤ پر ہو کر ایک وادی میں پہنچے، جہاں سے ایک چوٹی بائیں ہاتھ کو نظر آئی، اس موقع سے یہی  
قلہ کوہ معلوم ہوتی تھی، لیکن پھر اور چڑھنے کے بعد جس کا راستہ بھی نہایت ناہموار تھا، ہم ایک دوسرے  
وادی میں پہنچے اس کے ختم پر ہم نے پھر ایک اور چوٹی دیکھی جو پہلے سے بھی بلند تھی، اس پر چڑھ جانے  
کے بعد پہاڑ کی چوٹی اور بھی دور واز نظر آنے لگی اور جو اس چوٹی سے تقریباً سو فٹ اوپر ہو گی، ہم  
اس چوٹی پر ساڑھے سات بجے پہنچے، ایک میدان میں بیٹھ کر جو پہاڑی کی چوٹی سے تیس فٹ کے  
قریب نشیب میں ہو گا ہم نے بیرومیٹر (میزان الہوا والمار) کے ذریعہ سے رصد بازی کی تو وہ  
عرشہ یا میدان سطح دامن سے ۸۲۶ فٹ بلندی پر سر جارج شک برگ کے قاعدہ عمل سے پایا گیا اور  
کر نیل رائے کے حساب سے ۹۰۶ فٹ پر دریا سے تھے نیز کے ساحل جنوبی پر جو سمندر سے دو میل کے اندر  
اور اس کی سطح سے بہت کم بلندی پر ہو گا آلود رصد کے دیکھنے سے کوچہ کا دامن ۲۰۹ فٹ فرازی پر  
پایا گیا اور وہاں سے اس کی چوٹی ۲۰۶ فٹ پر اسی قاعدہ سے ہو گی، ساڑھے دس بجے کے قریب  
ہم دامن کوہ پر پہنچے،

ادس روز ابر غلیظ محیط رہنے سے ہماری ساری امیدیں جو نہایت وثوق و وسعت کے ساتھ  
تحقیقات انکشافات کے متعلق تھیں قطعاً خاک میں مل گئیں، جب انسان نصف بلندی طے کر لیتا ہے  
تو سمندر کا تاشا بالخصوص پیش نظر ہوتا ہے بادلوں نے اس موقع کو ضرور نظر فریب بنا دیا تھا، ہم بھی  
ایک نگاہ میں تمام وکمال ملفوف تھے جس کو تند ہوا نہایت تیزی سے اوڑا لے لیے جاتی تھی

Sir George Shuckburgh's Barometer  
The manure & Colonel Roy's & Rule

یہ بھی بجائے خود ایک قسم کی نہایت مختصر بارش معلوم ہوتی تھی لیکن اس کے رشحات اس قدر باریک  
و دقیق تھے کہ کسی شے پر جہاں وہ گرتے تھے مرنے نہ ہوتے تھے، یوں کہیں کہیں ایک نوع کی نمی اُن سے  
پیدا ہو جاتی تھی، اسی کے ساتھ بجلی کی ترپ بھی بار بار ہوتی تھی، اس مقام سے چھنے بادلوں کے دلکش  
اور روح افزا نظاروں سے بہت لطف اُٹھایا جو نیچے کے طرف گردان و غلطان چلے جاتے تھے اُن  
کا ہجوم ایک عجب عالم فرحت و سرور پیدا کرتا تھا، یہ میدان کو پوری قوت سے پاک و صاف کرتے  
اور پھر اس پر سیلہائے آب بہاتے چلے جاتے تھے، سر کوہ پر گرمی ۵۰، ۱۰ درجہ فارن ہیت کے تھرمیٹر  
(مقیاس الحرارت) تھی جب ہم اتر کر میدان میں آئے تو ایک سو ڈس درجہ تھی، ایک جگہ جو سر کوہ سے  
چندان فصل پر نہ ہو گی کچھ پانی جمع ہو گیا ہے اور ایک چھوٹی سی جھیل بن گئی ہے، یہاں سے بہک پانی آگے  
بڑھتا چلا گیا ہے اور میدان میں پہنچا ہے، غالباً یہاں سے وہ ندی نکلی ہے جو اس کوچہ کے قریب بہتی ہے  
اگرچہ اس پہاڑ کے خورد ترین حصہ میں بھی جس کے دیکھنے کا ہم کو اتفاق وقت سے موقع مل گیا تھا  
ہم اس آتش فشان کے دہانے کا پتہ نہ چلا سکے تاہم نیز اور تند حرکت اور صد مات سے اس کو ضرر پہنچنے  
کے آثار و علامات نمودار تھے بہت سے مقامات پر چٹانوں کے بڑے بڑے ٹکڑے ایک دوسرے  
پر پڑے ہوتے تھے کہیں کہیں بالکل الگ تھلگ، لیکن ہر جگہ بد قطع و بے آئین، ان میں درارین اور  
شکاف بھی پڑ گئے تھے، ظاہر ہوتا تھا کہ جس چیز سے یہ پہاڑ بنا ہے اس میں یہ سنگ پائے نہایت گہرے  
گھستے چلے گئے ہیں، خصوصاً وہ دونوں سر جوین چوٹیاں جن کا ابھی مذکور ہوا اسی قسم کے بیشمار تھروں  
کے ڈھیروں سے بن گئی تھیں، انہیں اسباب اور ظاہری ترکیب و ساخت سے باشندگان ہمسایہ کی  
اس روایت کی پوری توثیق ہوتی تھی کہ کوچہ سے شور پیدا اور مسموع ہوتا ہے اور اُس کے ساتھ زلزلہ آتا ہے  
یہ چٹانیں ایک کر کے قسم کے پتھر یا سنگ بزدن سے مرکب جماد کی اور جہاں تک مجھے منکشف

Lauren Kisto Thermometer



ہوا یکساں ترکیب و ساخت کی ہیں۔

راج ہندری، (Rajamandry) کا دربارے گو داری کے شرفی کنارے پر ایک قصبہ ہے جس کے باشندے زیادہ تر مسلمان ہیں، مساجد متعدد اور خوشنما ہیں، قلعہ اور اسکی متعلقہ عمارات اور یہاں کی مصنوعات میں گاڑے (یا با صیطلح حال کھڑے) کا ذکر خاص طور پر کیا گیا ہے مگر یہ تو درحقیقت قابل نقل،

وزرگا پٹم (Vizagapatam) ایک ضلع کا صدر مقام اور دامن کوہ میں ساحل پر پہاڑوں سے محصور آباد ہے، ایک کوچہ پر جہاں سے سمندر کا نظارہ بخوبی ہوتا ہے خبردار غارت و قلع ہے جب کوئی جہاز سامنے نظر آتا ہو تو یہاں سے سگنل اور نشان دیا جاتا ہے، یہاں کے فوجی اور ملکی حکام اور ان کے مناصب و مراتب اور نظام حکومت کا بیان بھی کیا گیا ہے، مصنوعات میں پارچہ، بالخصوص لنگاٹھ (Longcloth) اور ازاری (arries) کا ذکر ہے البتہ اتنی باریک اور نفیس نہیں ہوتے جیسے اور آگے جنوب میں ملتے ہیں،

یہاں اس جہانگرد و جہان نورد کو ایک بوٹا (کوٹاہ قد) نظر پڑا جو اس کے لئے باعث حیرت تھا، کچھ فاصلہ سے تو وہ سات آٹھ سال کا بچہ معلوم ہوتا تھا مگر چہرہ دیکھتے ہی اس غلطی و غلط شناسی کا اعتراف کرنا پڑا، بوٹے عموماً بے ڈول یا غیر متناسب الاعضا ہوتے ہیں جن کے جسم کے بعض حصے منحرف ہوتے ہیں، بعض قصیر بعض طویل، لیکن یہ شخص اپنی ترکیب و ساخت جسمانی میں کامل سڈول اور خوش قطع تھا، یا عجیب کہ اس قدر قدامت کے متعلق جو خیال نگاہ اول میں قائم ہوتا ہے اس کی تصدیق بعد کی تحقیق، نیز مشاہدہ سے ہو جاتی ہے،

لے شاید اس وقت تک اہل رنگ نے محمد بن تجویر نہیں فرمایا تھا؟ سہ وزیکا نیم مل مشرقی کے شہروں میں اب بھی اہم سمجھا جاتا ہے، سہ وزیکا نیم مل مشرقی کے شہروں میں اب بھی اہم سمجھا جاتا ہے، سہ وزیکا نیم مل مشرقی کے شہروں میں اب بھی اہم سمجھا جاتا ہے،

قامت، لغال و عمامہ کو چھوڑ کر . . . . . ۳۰ فٹ ۲ اینچ

ٹانگ کی لمبائی جو زمین سے لیکر کاٹھ زانو کے وسط تک ناپی گئی جبکہ ٹانگ مستقیم اور طبیعت عمدی میں پھیلی ہوئی تھی . . . . . ۱۰ اینچ

قدم (پالٹون) کی لمبائی . . . . . ۵ ۱/۲ اینچ

وہ کامل راست قامت تھا اور اس کا سر (کم از کم بادی النظر میں) جسم کے تناسب تھا، بشرہ سے آپ اسکی عمر ۶۰ یا ستر سال تجویز کرتے مگر وہ خود سنو برس بتاتا تھا اس کے چہرے کے تین لڑکیاں تھیں ایک تو مند جو ان آدمی اس کے ہمراہ تھا جسکو وہ اپنا بیٹا بتاتا تھا، اگر ان امور کی تصدیق یا تکذیب کسی کے ذریعہ سے مجھے نہیں ہوئی، اس کا مدار محاش اپنے جسم کی نمائش و نمود پر تھا اور کچھ شبہ نہیں کہ وہ اپنے متعلق حیرت خیز باتیں کرتے اور کہنے میں بڑا ملکہ رکھتا اور خوب نفع اٹھاتا تھا، اسکی بائیں آنکھ محض بے نور تھی وہ کہا کرتا تھا کہ آفتاب کی طرف دیکھنے سے اُسے کچھ تکلیف یا اس آنکھ کو اذیت نہیں ہوتی ہے، دوسری آنکھ بھی رفتہ رفتہ اسی انداز سے بگڑنے لگی تھی، دائرہ براق سفید تھی، دانت سب گر گئے تھے، اوڑھت اور مردانہ تھی۔

مستر نہرنے اس کے بعد دو اور لونون کا ذکر کیا ہے ایک کو مدنا پور میں دیکھا تھا، یہ بلند بالا ۳۰ فٹ ۱۱ اینچ کا تھا، دوسرا اگرہ میں، وہ مسلمان تھا ذات کا شیخ، مراد آباد (صوبہ روہیل کھنڈ) کا رہنے والا، نام تھا، کان صاف کر میکا پیشہ کرتا تھا، یہ چار فٹ کا تھا، لاغر اندام، ان دونوں کے متعلق بھی جملہ تفصیلات بارہ دیکھی ہیں جنکا اعادہ تصدیق ناظرین کرام کا باعث سمجھتا ہوں،

وزینا گرم، Vizanagarum کے حالات میں کوئی امر قابل اطلاع

پر سوئم چٹا، Parsolem Chatta، نہیں پاتا یہاں کی معمولی عمارات اور

بعض آلات عرب و ضرب اور معابد و اصنام کی تفصیل، انکی قدامت اور حسن صنعت کی تشریح کی



صفحات معارف میں گنجشیں کہاں ۹۰  
کنک *Canace* اچھا خاصا شہر ہے مگر بے قطع انگلیان اور سرکین تنگ اور مکانات عموماً  
بدنام و کم حیثیت، البتہ یہاں ایک مسجد نہایت نفیس اور فن تعمیر کا عمدہ نمونہ ہے، کنک اس زمانہ میں  
اوڈیسہ کے اس حصہ کا جو راجہ برار کے مقبوضات سے تھا دارالصدر سمجھا جاتا تھا،

سیاحت نامہ کا بقیہ حصہ زیادہ دیکھ پ اور عمارات اسلام و اسلامیان کے متعلق ہے اس لیے  
میں اس کو بقیہ حصہ کم و کاست ذیل میں نقل کر دینا مناسب سمجھتا ہوں،

دول منو *Dalma* یہ وسیع قصبہ دریائے گنگ کے شمالی کنارے پر برابر

ایک میل تک چلا گیا ہے، زمین بلند ہے لیکن اس درجہ ناہموار کہ ہر مکان ایک جدا پہاڑی پر کھڑا ہوا  
اور بجائے خود ایک مختصر سا قلعہ نظر آتا ہے، اکثر زمین انیٹ اور چونے کا کام ان پہاڑیوں کے اندر اور اطراف  
چلا گیا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ یہ پیر پر تعمیر ہوئی چلی گئی ہے گویا کہ موجودہ عمارات پرانے مکانات کے خزا  
اور کھنڈ پر بنائی گئی ہیں، قصبہ عظیم الشان، سرسبز و خرم سے آنا بھرا ہوا ہے کہ ایک باشندہ تقریباً اپنے  
ہی درختوں کے نیچے آرام کر سکتا ہے، بہت سے درخت تو بہت پرانے ہیں، ایک بلند چٹان جس پر سے  
دریا کے ادھر اور نیز آبادی کے ادھر بھی بہت دور تک نگاہ جاتی ہے قلعہ کے طور پر دیوار سے محصور ہے،  
اسی میں فوجدار جو ایک ہندو ہے رہتا ہے بستی کے قریب بہت سے مزارات مسلمانوں کے تعمیر کردہ ہیں

لے کنک، صوبہ اوڈیسہ کا سب سے بڑا شہر ہے یہاں چاندی کا نہایت نفیس اور نازک کام بنتا ہے، اوڈیسہ کی دیوانی  
دینی حق سرکاری تحصیل جمع الارضی امور چند دیگر صوبہ جات کے شاہ عالم نے سن ۱۸۷۷ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی کو عطا کی تھی،

لے دل منو، صوبہ اوڈیسہ کے ضلع رائے پور میں ایک نہایت پرانا اور مشہور قصبہ ہے، یہاں تحصیل بھی ہے اور پولیس کا  
تھانہ بھی، پولیس نے چھ ہزار آبادی ہے، انکی بنیاد ڈال دیو برادر راجہ رام دیو چھتری راجپوت فرما کر داسے تونج نے اپنے  
مصر سے ڈالی تھی مسلمانوں کے عہد میں ڈال ہندی، دال منو سے چل گئی،

خصوصاً ایک درگاہ جو کہن سال شجار کے باغ کے اندر ہے اور جو مخدوم مولانا بدرالدین بدر عالم ایک سی  
صفات بزرگ سے مشہور ہے، یہاں کے باشندے ان حضرت کی یاد بڑی عظمت و احترام سے کرتے ہیں،  
مگر چھ انکی کرامات و خوارق عادات کی بہت سی روایتیں زبانوں پر ہیں مگر کوئی صاحب مجھے نہ اونکی  
تاریخ و احوال بتا سکے نہ ان کا زمانہ، یہ ایک مربع چوتھرہ بنیستیس فٹ کی بلندی پر ہوگا، ہر گوشہ پر ایک  
مذہب برج ہے، آپ اس پر دو شاندار زیون سے چڑھ سکیں گے، صدر یا بڑے زمین سے صدر دروازے  
پر آجا دیں گے، یہاں ایک پتھر نصب تھا جس پر عربی حروف میں کچھ کندہ تھا، لیکن کئی سال ہوئے  
پتھانک گر گیا اور صدمہ سے پتھر دو ٹکڑے ہو گیا، پتھانک کی حال میں مرست ہو گئی ہے لیکن بجائے اسکے  
کہ سنگ کتاب اپنی اصلی جگہ پر نصب کر دیا جاتا زمین پر چھوڑ دیا گیا ہے، حروف ابجد ہوتے ہیں بعض  
مرد آیتام سے محو ہو گئے ہیں بعض پتھر کے ٹوٹنے سے قطعاً نابود، مولانا مخدوم کا مرقہ ایک سنگین عمارت  
کے نیچے واقع ہے اور ایک دیوار سے محاط،

درگاہ کے دروازے کے قریب ایک سادہ پتھر سطح زمین کے برابر لگا ہوا ہے جس پر حسب ذیل کتب  
تاریخ وفات مرحومی مخدومی میرزا شکر اللہ رحمہ اللہ

کر دے شکر اللہ دنیا را دواع از جہان دل کند سوئے باغ شد  
سوخت داغ چند برد لہا و فیت زمین سبب تاریخ فوٹش داغ شد

لے درگاہ مخدوم کے قریب ماہ میسا کہ (اپریل ۱۸۷۱ء) کے اخیر دو شنبہ کو اب بھی میل لگتا ہے، لے مخدوم بدرالدین شہر اللہ  
التمش بادشاہ دہلی کے ندیم یار فقی تھے، دل منو اگر قیام گزین ہوئے ان کا زمانہ سنہ ۱۸۷۷ء کے قریب تھا، اس وقت یہ قصبہ بہت  
آباد، بارونتی و سرسبز تھا، یہی کیفیت سلطان الشرقی ابراہیم شاہ والی جو پور کے عہد تک رہی جو شہر میں تخت نشین ہوا  
اور جس نے دل منو کے نواحی بلکہ اطراف ہندوستان میں سنہ ۱۸۷۷ء تک متعدد قلعے مساجد اور مقبرے بنوائے،  
لے مرزا شکر اللہ اکبر بادشاہ کے عہد میں دل منو کے فوجدار تھے، مخدوم صاحب کی درگاہ کی مسجد کی مرست و درستی  
مہینوں کے اہتمام و نگرانی میں ہوئی تھی، اسی جن خدمت و سوخ عقیدت کے صلہ میں حضرت کے جوار میں انکو راحت  
دائی نصیب ہوئی اور یہ قبر سنگین یا دگار چھوڑی ہے،



اس قسم کا "کرونوگرام" *Chronogram* (طراز سنج گوئی) کتبائے مشرقی میں باہمی

پایا جاتا ہے مادہ تاریخ داغ ہے جس سے سال وصال ۱۰۰۵ ہجری مطابق ۱۵۹۶ عیسوی نکلتا ہے،

دل نموکے قرب وجوار میں ملک اور اہل ملک کی حالت نہایت عمدہ پائی جاتی ہے، زراعت

بھی بقابلہ دیگر اطراف و اکناف کے بہت زیادہ ہے، کھیتیاں معمور اور مویشی و کاشتکار خوشحال نظر آتے ہیں، ہر چیز پر فلاح اور رفاہ کے آثار نمودار ہیں،

**بنارس** *Benares* مسجد جس کے سامنے دونوں گوشوں پر مشہور منار

میں ساحل دریا کے متصل واقع ہے، اور نگ زیب نے ہندوؤں کے کسی مندر کو منہدم کر کے اس کے موقع پر اسے تعمیر کیا تھا، رقبہ جو مسجد کے سامنے ہے سطح آب (دریا) سے بہت بلندی پر ہے خشکی کے

لے تعجب ہے کہ نہایت دل نموکے اور عمارت کہن کا ذکر نہیں کیا، یہاں کی عید گاہ اور مقبرہ شاہن شہر میں قابل تذکرہ تھی عید گاہ کو بعد فیروز شاہ شہید نے منہدم کیا تھا، لہذا تاریخ بھی موجود ہے لٹاکٹ آئرنی و تاریخ فرشتہ میں یہاں کی روایات و احوال بکثرت منقول ہیں، یہاں اکثر اہل علم و اہل قلم نامور گذرے ہیں، ملا دادو ساکن دل نموکے چندرائی بھا کا زبان میں (۱۹۵۷ء) میں تحریر کی تھی جسے بنارس صوبہ جات متحدہ اگرہ دادوہ میں سب سے قدیم اور تبرک شہر سمجھا جاتا ہے، دو لاکھ مردم شماری جو خود برٹش کھولنے اور پارچہ ہائے برٹش میں ہوا اور گران ارتزوریات یہاں نہایت خوب بنتے ہیں، اس کا پرانا اور قبول نام کاشی جو پنج علی حزمین کا آخری اور گاہ ہے، جگہ دلکش کلام سے انکی خوشے دفا دارادت ظاہر ہوتی اور بنارس کے ساتھ کمال و اہلیت و محبت کی بواچی ہے، اسے عالمگیر خلد مکان کا جب شہداء میں یہاں گذرے تو بنارس کا نام تبدیل کر کے محمد آباد رکھا، اس نام نے زیادہ شہرت و بقا نہیں پائی بادشاہ غازی نے دو مسجدیں اپنی یادگار جو زمین ایک تو شہر کے مشہور مندر کو منہدم کر کے اسی موقع پر جسکی نسبت مندر *Mandir* رکھی گئی تھی، لکھتے ہیں کہ اس رفیع انسان مسجد کے گنبدانی سادگی و سفیدی میں عجب نفیس و شان دکھاتے ہیں اور اس شہر کے مشہور مندروں اور عظیم القدر عمارت سے کہیں زیادہ بڑے جڑے جڑے معلوم ہوتے ہیں، دوسری مسجد یہی ہے جسکا ولیم شہر صاحب نے حوالہ دیا ہے یہ کو توالی کے محاذو اسے گھاٹ پر جہان کے کنارے ہے، اس کے بلند منار شہر کے شمالی و مشرقی حصہ میں قائم اور پورے شہر کی بہار دکھاتے ہیں، اسکی تعمیر و مشنوں کے مندر پر ہوتی تھی، دونوں کا مشترک نام اب تک مادھو داس کا دیوڈا درہرہ رہا جاتا ہے، نہایت مضبوط و راسخ بنیادوں پر قائم کی گئی تھی، عمارت محض سادہ اور تکلفات ظاہری و محاسن تعمیر سے پاک ہے، اس کے سرنگھٹ منار سے اس وقت ۱۲۴ فٹ بلند ہیں، انکے نزدیک رخاروں کو قرار ہے کہ جب مناروں میں کزدری و بوسیدگی کے نشانات نمودار ہونے لگے تو مندر پر منسپ عہدہ *Chowdhary* پر ہونے پچاس پچاس فٹ او تر وادنے تھے، مندر صاحب نے انکو اپنی اصلی حالت اور پورے اوج و دفعت کے ساتھ دکھایا تھا، اسی کے اخراجات کے لیے پہلے ایک کاؤن معائنہ تھا، سرکار نے اس کو ضبط کر لیا اب عمارت کی نگہداشت و مرمت خود کرتی ہے، انیسویں صدی کے مسیحی جٹ دان آباد ہیں، یہاں کی امامت و خطابت اسی خانہ ان میں چلی آتی ہے جسکو عالمگیر نے تفویض فرمائی تھی، مگر اب اس کا محاذ بجائے شاہی خطیب پیش نماز کھانے کے سرکاری تحریات میں ملائے مسجد رہ گیا ہے،

زمانے میں آپ بالوے سرھیان چڑھ کر وہاں پہنچیں گے، ہر ایک سرھسی بالا وسط دس انچ کی ہوگی، مسجد کی چوٹی پر پہنچنے کے لیے پچھتلیا تیس سرھیان طے کرنا پڑیں گی، وہاں سے منار سے کی چوٹی تک سٹائی سرھیان اور مین آئندہ اسے دونوں زینوں کی سرھسی "پانچ اونچی ہوگی،

اس لیے کل پیمائش حسب ذیل ہوتی ہے :-

بلندی سطح آب سے لیکر مین مسجد تک . . . . ۷۴ فٹ ۸ انچ

فرش سے لیکر مسجد کی چوٹی تک . . . . ۱۴ فٹ ۳ انچ

وہاں سے لیکر منار کی چوٹی تک . . . . ۸۳ فٹ ۴ انچ

کل بلندی سطح آب سے لیکر منار کے چوٹی والے چوڑے تک . . . . ۲۰۱ فٹ ۳ انچ

اس کے اوپر بھی ستون ہیں اور ایک گنبد ہے جو قریب بارہ فٹ کے اونچا ہوگا، ۱۲ فٹ x ۱۲

منار سے اہستہ پہل ہیں اور قطر میں چھ فٹ سے زائد نہ ہونگے،

داخل ہونے پر مسجد کے واسطے بازو پر یہ عبات ایک پتھر پر گندہ نظر آتی ہے،

"در سلطنت شاہ عالم بادشاہ"

بائیں الممالک عماد الدولہ گورنر جنرل مسٹر ہسٹن بہادر جلالت جنگ ستمبر ۱۱۹۸

یکھزار و یکصد و نو و ہشت ہجری نصیر الدولہ علی ابراہیم خان حاکم شہر بنارس ترمیم نمود

دریا کے واسطے کنارے پر شہر میں محاذ رام نگر واقع ہے جہاں راجہ بنارس کا باغ اچھی قطع سے نصب

لے انگریزی تواریخ و سوانح میں علی ابراہیم خان کو ذی اختیار مسٹر متعین بنارس لکھا ہے اور کہیں کہیں بنج، انکا تقریباً ۱۸۰۰

۱۸۰۰ قصبہ رام نگر کی آبادی گیارہ ہزار کے قریب ہے، اپنے بزرگوں کے مسکن قدیم گنگا پور کو چھوڑ کر راجہ بلونت سنگھ نے ۱۸۰۰

میں یہاں قیام اختیار کیا تھا اب یہ ہمارا راجہ صاحب بنارس کے ملکات و مقبوضات میں ہے، راجہ موصوف کے بیٹے جیت سنگھ

نے قلعہ پور کے وسیع باغ کے اندر ایک نہایت فراخ مالاب اور مندر تعمیر کرایا، مالاب نہایت نفیس ہے، نہانے کے لیے چاروں

طرف گھاٹ ہیں، مندر نشو و فہ بلندی اور فرش سے چالیس فٹ اور پر تک سنگ تراشی اور منبت کاری کا عظیم الشان نمونہ اس میں نظر آتا ہے، خوب ارستہ اور پر تکلف ہے،



ایک گیارہ، عمدہ اور قاعدہ کے ساتھ دیوارین ہیں جنکے اختتام پر محرابدار راستے جہاز یون کو کمال حسن صنعت سے تراش کر بنائے گئے ہیں، باغ کی دیوار کے ہر گوشہ پر ایک ایک شمن منار ہے اور منار کی اوپر گنبد باغ کے اندر زمین محل ہے اس کے سامنے ایک پر تکاف تالاب ہے، اس کا ہر ضلع باغ کے محاذات کے مساوی ہوگا، تالاب کے ہر گوشہ پر منار ہے بالکل ویسے ہی جیسے کہ باغ کے بن بنائے گئے ہیں، (یہ فرض کر کے کہ تماشاخی محل میں بیٹھا ہوا ہے) تالاب کے بائیں جانب زمان حرم کے اشتان کے لیے ایک گھاٹ ہے، دایبے سمت ایک ہشت پہلو عمارت ہے جو بہت سے اقسام و صنائع سنگ تراشی سے مزین ہے، یہ عبادت گاہ کے طور پر تعمیر ہو رہی تھی مگر ناتمام رہ گئی،

جو پورے *Jaunpur* اس مقام کی بڑی مسجد کے نسبت مشہور ہے کہ شاہ حسین شرفی نے اس کو تعمیر کیا تھا، یہ عمارت تراشیدہ پتھر کی ہے، صحن کا طول نوٹے قدم ہوگا، وسط میں ایک

لے ہی الفاف *Women of the harems* ہنر صاحب استعمال فرمائے ہیں، اسے جو نور صوبہ جات متحدہ میں ایک مشہور ضلع ہے، خاص شہر کی آبادی قریب تینتیس ہزار کی ہے، اس خاک پاک سے بڑے جلیل القدر اور بجاؤ زمانہ علما و حکماء نکلے اور یونہی زمین ہوئے ہیں، جو پور کی سلطنت کی بنیاد جو دھوین صدی عیسوی میں پڑی، ملک سرور عرف خواجہ جہان وزیر نے بادشاہ دہلی کے دربار سے ملک الشرق کا خطاب شہداء میں حاصل کیا اس وقت کے تمام ممالک خود ہندوستان یعنی توج سے بہار تک اس کے زیر نگیں یا تحت حکومت تھے، شہداء (مشتاء) میں اس نے اپنی مطلق العنانی کا اعلان کر کے انابک اعظم کا لقب اختیار کیا، شہداء میں وفات پائی، شہداء میں سلطنت ختم ہو گئی، اسے یہ مسجد جواب جامع مسجد کے نام سے مشہور ہے، یہاں کی تمام عمارات و مساجد میں وسیع اور شہر کی زینت ہے، کہتے ہیں کہ اسکی تعمیر کا خیال ابراہیم شاہ کو پیدا ہوا تھا جس نے نقشہ بھی تجویز کر دیا تھا، وہ حضرت خواجہ عیسیٰ کا عقیدہ مند تھا اور با تقضائے و قورا دات نہیں چاہتا تھا کہ آپ کو چار انگلی تک جانے یعنی ایک میل مسافت کی زحمت اٹھانی پڑے، ابراہیم کے پوتے حسین شاہ کی قسمت میں یہ شرف لکھا تھا کہ دادا کے ارادے کو پورا کرے، اور دایت ہو کہ مسجد کی بنیاد شہداء میں رکھی گئی، تکمیل تعمیر کی نوبت شہداء میں پہنچی، اس کے ایک ہی سال بعد حسین شاہ کے اقبال کو زوال آیا، اب یہ مسجد پرانی بازار میں کھوٹا ہن کی شرک کے قریب محلہ عمر خان میں ہے، اسکی کرسی جانب جنوب سطح زمین سے ۲۰ فٹ بلند رکھی گئی ہے، ستائین زینے طے کرنا ہوئے ہیں، اندر کا صحن ۲۱۰ x ۲۱۰ فٹ ہے، اکل رقبہ شرق سے غرب تک ۲۰۰ فٹ اور شمال سے جنوب تک ۳۰ فٹ ہوگا، عظیم الشان پہانک ہیں، مشرقی دروازے کو سکندر لودی نے عمارت کر دیا تھا، مسجد کے نیچے حسب دستور دکانیں ہیں، ساری عمارت نہایت خوشنما چھتری دار اور پیر تخت کام کی ہے، عربی میں کتابے لکھے ہوئے ہیں، عمارت شہر کے مداخلات سے مسجد کی مرمت بخوبی کرا دی، اور شمالی و جنوبی پھاٹکوں کو از سر نو بنوایا تھا، اب مرمت و نگہداشت میں سرکار دولت مدار کا ہاتھ اور خزانہ عاوض کاروبار بھی شامل ہے،

مربع کرد ہے جس کے اوپر گنبد ہے، ہر کنارے پر دو دو کمرے ہیں، ایک ستون دار دو سرا بغیر ستونوں کے، زینہ صفت تک گیا ہے جو گنبد کے حصہ اعلیٰ یعنی اسکی بنیاد کے مستوی ہوگی، وسطی کمرے کا عرض سامنے کی جانب اتنا ہی بلند چلا گیا ہے جتنا گنبد ہے، جس سے پردہ سا بن گیا ہے، اسی میں ایک محراب کا تھک *۱۲۰* فٹ وضع کی ہے، یہ پردہ اوپر کو چوٹی تک جاتا ہے، مگر محراب پر دے کی دیوارت میں تھوڑی ہی دور تک جا کر رہ جاتی ہے، پھر اس کے کہ جہاں اس میں دروازہ اور سترہ درجے آگئے ہیں، زینہ اسی پردہ کی موٹائی میں ہے، اس سے آپ اوپر پھین گئے، ہر ایک گوشہ پر ایک اچھا خاصا فراخ چوترہ ہے، جہاں ایک شخص کھڑا ہو کر نہ صرف گرد و پیش کی ساری آبادی پر نظر ڈال سکتا ہے بلکہ حوالی شہر میں بھی کوسوں تک اسکی نگاہ جاتی ہے،

یہاں دریا سے گومتی پر ایک پل بنا ہوا ہے اس میں پندرہ محرابیں ہیں، دریا دو دھاروں میں منقسم ہو گیا ہے اس لیے اس دھار پر جو شہر کے متصل ہے دس محراب ہیں اور جو فصل پر ہے اس پر پانچ، خشکی کے زمانے میں سطح آب سے منبر کی بلندی انیس فٹ ہوتی ہے، لیکن موسم باران

لے یہ پل جو پور کی تاریخ میں بڑا پل کہلاتا ہے، اور ایک اعتبار سے (جس کو ابھی لکھیں گا) ہندوستان اور انگلستان میں اپنی نظیر نہیں رکھتا، یہ چونے اور پتھر کی نہایت مضبوط اور بھاری تعمیر ہے، ۱۵۶۱ء میں شروع ہو کر شہداء میں ختم ہوا، منعم خان خانکھان نے بنوایا تھا، حضرت علی ساکن کابل مہاراجا اور منعم دنگران تعمیر خواجہ شیخ نظام الدین تھے، یہ پل بے حد خوشنما اور مستحکم ہے، اس پر شرک و جھپٹس فٹ چوڑی اور اس کے دونوں طرف ایک ڈول پتھر کی دیوار دو فٹ تین انچ بلند ہے، پانچ دروازے ہیں، ہر ایک گوشہ پر دو فٹ دو فٹ کی پہنیں کنارے سے دوسرے تک بنے ہوئے ہیں، اسکی انتہائے درازی ۵۴ فٹ ہوگی مگر یہ صرف دو فٹ پلوں کی پہنیں بلکہ اس میں خشکی کا وہ حصہ (جزیرہ) بھی جو ان کے مابین واقع ہے، درمیان سو فٹ لمبا ہوگا شامل ہے، جنوبی پل ۱۶ فٹ اور شمالی کی ۲۵۲ فٹ لمبائی ہے، فارسی کی تاریخین اور کہتے گئے ہیں ماہرین فن کہتے ہیں کہ اس پل میں خاص خوبی یہ ہے کہ سڑک ہوا رکھی گئی ہے وسط میں جا کر ادبھی نہیں ہوگی ہے جیسا کہ اور جگہ دکھاتا ہے، اگر نہ انجینردن کا قول ہے کہ سب سے پہلا اس سطح اور ہوا (انگلستان میں لندن کا دائرہ کو پیرج شہداء میں تعمیر ہوا تھا،



## بَابُ الْبَيْتِ وَالْأَنْتَقَا

### اردو کے جدید اخبارات و رسائل

دستبرہ میں ہم نے لکھا تھا کہ مختلف اخبارات و رسائل سورج کی طرح بڑے بڑے تڑکے اچھٹام سے ایک سبج کو نکلے اور اسی شام کو غروب ہو گئے، آج جب ہم پھر نے اخبارات اور رسائل کو نظر اٹھا ہے ہیں، بسا ختم یہی الفاظ زبان قلم پر آتے ہیں،

اخبارات میں قابل ذکر صرف تنظیم ادرتسز ہمدرد دہلی، ہفتہ وار ریاست دہلی، قومی رپورٹ مدراس، کوکب ہندوگرہ اور مزدور کلکتہ ہیں، ادرتسز سے ایک اور اخبار عالمگیر نکلتا ہے جس کا منشا ہندو مسلم اختلافات کی خلیج کو وسیع کرنا، علمبراران آزادی کو بدنام کرنا، اور دوستی کے پردہ میں عالمگیر کی بدنامی میں امن ساندہ کرنا ہے قیمت سالانہ سنا ہے کہ انگریزی دانوں نے کامریڈ کی اس سے زیادہ قدر کی تھی اردو دان طبقہ کو ہمدرد کی کرنی چاہیے تھی اس پر خیر خواہان اردو کو محض افسوس ہی نہ کرنا چاہیے بلکہ اپنے فرائض کو انجام دینے کی کوشش بھی کرنا چاہیے، ہمدرد جن وجوہ سے بند ہو ا تھا اس کا دہرانا ضروری نہیں، آج پورے دس برس کے بعد ہمدرد کو ہم دوبارہ زندہ دیکھتے ہیں جس میں اسکی اصلی روح موجود ہے، البتہ سلسلہ کے ہمدرد سلسلہ کے ہمدردین اگر کچھ فرق ہے تو وہی فرق ہے جو سلسلہ کے مسٹر محمد علی ادرتسز کے مولانا محمد علی میں ہے قیمت سالانہ سنا ہے: دفتر ہمدرد کو چھ چیلان ٹی ریاست کے اڈیٹر سردار سینگھ مفتون، سابق اڈیٹر نپتہ دہلی میں، اس اخبار کا مقصد صرف ہندوستانی ریاستوں اور وہاں کی رعایا کی اصلاح و ترقی ہے مگر اپنے لب و لہجہ اور جامعیت کی وجہ سے جن لوگوں

میں دریا کبھی کبھی اس قدر طغیانی پر آ جاتا ہے کہ کشتیاں پل پر ہو کر گزر جاتی ہیں، محرابوں کی چوڑائی دستل و تنس فٹ ہوگی، بلندی کے دو ٹکٹ تک تو محراب کے اطراف بچھا ستیقم اور متوازی ہیں، بعد ازاں پیل پائے ایک ایک محراب جوڑ دیئے گئے ہیں، محراب کا تنک ساخت سے یوں مشابہ کی جاسکتی ہے کہ اس کا بھی ایک زاویہ اوپر کو ہے، اور مختلف اس وجہ سے سمجھی جاتی ہے کہ اس کے ہر طرف میں دوہری خمی ہے اور جو پائین (یعنی بنیاد) جانب ہے ادھر کو اپنی بلندی کے تین ریلے تک باہر سے محذب و قتبہ دار بنی ہے، لیکن سب سے اوپر کے حصہ میں یہ کیفیت اندر کو پیدا ہو گئی ہے،

## نَحْيَاتُ إِبَاهِمَ مَالِكٍ

امام مالک کے سوانح، مدینہ کی علمی مجلسین صحابہ اور تابعین کا علمی اہم

حدیث کی تدوین مدینہ کی فقہ، اسلاف کے اخلاق و سیرت کی

تصویر اور حدیث کی پہلی کتاب موطا کی خصوصیات اس کتاب

میں نظر آئے گی، قیمت عد

منبر



کے دماغ کو ہندی اردو اخبارات مسوم کر دیا ہے ان کے لیے بہترین تریاق بھی ہے تنظیم امرتسر (قیمت سالانہ ۵۰) کا مقصد مسلمانوں کی پرگندہ قوتوں کو یکجا کر کے ادن کو صحیح معنوں میں خدا کے اس فرمان کا مخاطب بنانا ہے کہ مسلمانو!

لکنتم خیر امة اخرجت للناس تم خدا کی بہترین قوم ہو لوگوں کے فائدہ کے لیے پیدا کیے گئے ہو، یہ اخبار پنجاب کے ایک مشہور علم بردار حریت ڈاکٹر کچلو کی ادارت میں نکلتا ہے، روزانہ قومی رپورٹ مدراس (قیمت سالانہ ۵۰) مدراس کا اچھا اردو اخبار ہے جو گیارہ سال سے برابر جاری ہے اب اس کے ایڈیٹر جناب بشیر الدوری ہیں یہ صوبہ اردو میں بالکل پیچھے ہے اس لیے دوسرے صوبوں کو اس صوبہ میں اردو کو ہر دلعزیز بنانے میں خاص حصہ لینا چاہئے

گوکب ہند اگرہ (قیمت سالانہ ۵۰) بہائی مذہب والوں کا نقیب ہے جو اس وقت تک صرف قادیانیوں کی حقیقت کا اظہار کرتا ہے، بہائی مذہب ایران کے شدید تعصب مذہبی کا رد عمل ہے، اس کے بانی جناب باب اللہ اور ان کے جانشین مرزا عبدالبہا کو مسیح و ہمدی ہونے کا دعویٰ تھا، گوکب ہند کے مطالعہ سے اچھی طرح واضح ہو جاتا ہے کہ مرزا غلام احمد اور ان کے مقلدین کے اکثر خیالات و عقائد اسی بہائی تحریک کا پر تو ہیں اردو کلکتہ کے اس وقت تک صرف چھ نمبر نکلے ہیں اسکو ہر طرح ترقی کی کوشش کرنی چاہئے، نمبر ۱۱ کریم بخش لین پتہ ہے، مزدور جماعت سے ہمدردی رکھنے والوں کو اسکی طرف توجہ کرنی چاہئے اخبارات کی طرح سال ماہوار اور پندرہ روزہ رسالے بھی بکثرت نکلتے جن میں ادنی پرچہ کی تعداد

زیادہ ہے پھلواری شریف ضلع پٹنہ سے حکیم عبدالمنان صاحب کی ادارت میں ملتی کا نفرنس بہار و اڑیسہ کی طرف سے ایک ملتی پرچہ مسیحا (قیمت سالانہ ۵۰) شائع ہوتا ہے، افسوس کہ اس کا میعار ہندوستان کے دیگر ملتی رسالوں سے بہت پست ہے، مذہبی رنگ کے پرچوں کی تعداد سال گذشتہ کی آب و ہوا کے لحاظ سے عینی ہونی چاہئے تھی اتنی نہیں، الفیض امرتسر (قیمت سالانہ ۵۰) بلاغ امرتسر

(قیمت فی پرچہ ۲) اور شریعت مکتسر ضلع فیروز پور (قیمت سالانہ ۵۰) یہ تین پرچے پنجاب کی زمین سے نکلتے ہیں، اسی سرزمین پنجاب یعنی لاہور سے ہر ہنگوان آئند صاحب کی ایڈیٹری میں ایک پرچہ دو دھوا سہا مک نکلتا ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ ہندوؤں کی اونچے طبقوں میں نکاح بیگانہ کی تردید ہو، جن مسلمان خاندانوں نے ہندوؤں کی غلط تقلید میں عقیدہ بیگانہ کو رٹا میں سب سمجھ لیا ہے انکو ہندو عقلا کی اس کوشش سے سبق لینا چاہئے اس پرچہ کی سالانہ قیمت ۵۰ ہے

جناب خواجہ حسن نظامی صاحب دہلی اور مذہبی پرچے شائع کرتے ہیں، تراہم بہرام خان، دہلی سے انکی زیر مصلحت اور جناب بقائی صاحب کی ادارت میں ایک جدید پرچہ گرو سیوک نکلتا شروع ہوا ہے، کیونکہ شاید صوفیوں نے بھی ان لیا ہو کہ اب زمانہ آگیا کہ علم مسینہ کو علم سفینہ بنا دیا جائے قیمت سالانہ ۵۰

دہلی سے مولوی منظر الدین ایڈیٹر الامان کی ادارت میں ایک پندرہ روزہ پرچہ نثار اسلام نکلتا ہے، یہ پرچہ موجودہ ضروریات کے مطابق ہے سالانہ قیمت ۵۰،

بنارس چھاؤنی سے منشی اکبر علی صاحب اکبر نبار سی علم روحانی کا ایک ماہوار رسالہ نبار حور نکالتے ہیں جو مصور بھی ہوتا ہے لوگ دو یا اور تصوف جیسے مقدس مباحث اس کا موضوع ہیں مگر سرورق کی تصویر میں اشخاص کے لیے ناقابل برداشت ہے قیمت سالانہ ۵۰، بنارس چھاؤنی،

ادبی پرچوں میں لطف سخن (قیمت سالانہ ۵۰) حسن پور ضلع مراد آباد سے گوکب (اردو) ضلع گونڈہ قیمت سالانہ ۵۰) نو بہار علی گڑہ (قیمت سالانہ ۵۰) ستارہ علی گڑہ (قیمت سالانہ ۵۰) ہما صوبہ متحدہ سے نکلتے ہیں، جوار دو کا گہوارہ سمجھا جاتا ہے، مگر ان پرچوں نے اپنی برادری میں کسی اہم اور خاص بات کا اضافہ نہیں کیا، ان سے بہتر انجمن ترقی اردو پٹنہ کا ارگن نوید ہے جسے جناب

عبدالباری محمد ساقی صاحب ترتیب دیتے ہیں قیمت سالانہ چار روپیہ) مگر صوبہ بہار خاص کر عظیم آباد پٹنہ کو اردو کی تاریخ میں جو اہمیت حاصل ہے اس کے اعتبار سے اس پرچہ کا میعار بھی بلند نہیں،



کلکتہ سے یکم صدیق انصاری کی ادارت میں ایک ماہوار پرچہ جو کئی سال سے نکلتا ہوا گسٹ خود جناب صدیق انصاری نے ایک ہفتہ وار ادبی پرچہ نئی دنیا (قیمت سالانہ ہے) نیز کوٹلوہ اسٹریٹ کلکتہ سے نکالنا شروع کیا تھا، جو اب روزانہ ہو گیا ہے، اور اس کا مقصد اسلامی تنظیم، اردو کے معنی و مصلیٰ (قیمت سالانہ عمر روپیہ) کے لحاظ سے بہترین پرچہ ہے، دہلی سے جناب حسین صاحب صدیقی کی ادارت میں ایک ماہوار پرچہ امدال نکلتا ہے، سمجھ میں نہیں آتا کہ بس پرستی حق عزائمہ کے کیا معنی ہیں، اس پرچہ کا معیار دہلی کے دوسرے پرچوں سے زیادہ بلند نہیں ہے نہ اس نے اپنے لیے کوئی نئی راہ اختیار کی ہے، تاہم پرچہ اچھا ہے قیمت سالانہ عار

کشاف امرتسریت سالانہ عمر عالمگیر لاہور قیمت سالانہ عار اور نیزنگ خیال مصور (بار و ذخا بازار لاہور قیمت سالانہ ہے)، نیزنگ خیال ایک خاص نہج اور اسٹائل پیش کرنا چاہتا ہے، خدا کا میاب کرے، عالمگیر علی، ادبی تارچ، اور مذہبی تمام مباحث میں حصہ لینے کا مدعی ہے، مگر پرچہ تاریخی اور مذہبی مضامین سے خالی ہے،

احمد آباد گجرات کا صوبہ اردو صحافت سے تقریباً خالی ہے خوشی کا مقام ہے کہ وہاں سے بھی ایک ماہوار پرچہ نکلتا شروع ہوا ہے جو ہندوستان کے دوسرے پرچوں سے کم رتبہ نہیں بلکہ بعض سے بہتر ہے، ہم دل سے دعا گو ہیں کہ یہ پرچہ روز بروز ترقی کرے قیمت سالانہ ہے،

اردو کی پرورش ابتدا سے نوابوں اور رُسانے کی ہے، دہلی کی تباہی کے بعد اردو کا مرکز دہلی لکھنؤ تھا، اب انشاد اللہ عنقریب مرکزیت کا شرف حیدرآباد دکن کو ہونے والا ہے، دہلی اور لکھنؤ تو صرف اپنی شہرت کا دم بھرتے ہیں لیکن اردو کی علمی خدمت اس وقت حیدرآباد اور پنجاب کے ہیں، اس سال کے جدید پرچوں میں ان پرچوں کا معیار نسبتاً بلند ہے جو حیدرآباد سے نکلتے ہیں، انجمن ارباب اردو دہلی و مگر حیدرآباد کی طرف سے حال میں ایک ماہوار تحفہ نکلتا شروع ہوا ہے، اس پر

کے تین نمبر اب تک موصول ہوئے ہیں جن سے آئندہ کے متعلق بہتر امید قائم ہوتی ہے، قیمت سالانہ پانچ روپیہ اس پرچہ کی ادارت انجمن کے ہاتھ میں ہے ایک شخص مدیر نہیں، اسی حیدرآباد سے جناب سید محمد رضا صاحب کنوڑی ایک پرچہ لسان الملک نکالتے ہیں یہ پرچہ ہندوستان کے بعض اردو پرچوں سے بہتر ہے قیمت سالانہ صرف تہہ دلا در گنج حیدرآباد، چھتہ بازار حیدرآباد سے ایک پرچہ تاجر نکلتا ہے قیمت سالانہ ۱۰ روپیہ، یہ پرچہ بھی ہندوستان کے بعض مشہور ماہوار ہی پرچوں سے کم رتبہ نہیں،

بھوپال سے جناب حامد سید حامد بھوپالی صاحب محسن الملک نواب جنرل حافظ محمد علی خان صاحب بہادر فردوس مکان کی یادگار میں ایک پرچہ محسن الملک نکالتے ہیں، پرچہ اچھا ہے، طباعت و کتابت بھی اچھی ہے، مضامین اچھے اور دھچپ ہوتے ہیں مگر ابھی اور توجہ کی ضرورت ہے،

## مطبوع معارف

مطبوع معارف کے خاص خصوصیات کی بنا پر اکثر علم دوست اصحاب نے اپنی کتابیں اس مطبع میں چھپوانے کی خواہش کی، لیکن ہمارے پاس خود اتنے کام تھے کہ ہم ان کو پورا نہیں کر سکتے تھے، لیکن اب انجمن سے شہین چٹنے کے باعث باہر کی فرمائشوں کی بھی تعمیل کر سکتے ہیں اگر کوئی صاحب اپنی کوئی کتاب چھپوانی چاہتے ہوں تو وہ بخوشی ہمارے پاس بھیج سکتے ہیں، نرخ نامہ کے لیے فیور کے نام خط و کتابت کیجئے،



## مطبوعات جدید

**گوہرین نامہ**، ہماری زبان کے قدیم انشا پردازوں میں مولوی حسن اللہ خان صاحب ثاقب، خاص امتیاز رکھتے ہیں، علوم مشرقی کے استاذ ہونے کے علاوہ ان کو فارسی ادبیات سے خاص ذوق ہے، اردو معنی اور دوسرے پرانے پرچون میں ان کے مضامین، اور نظمین اکثر شائع ہوتی رہی ہیں، مولانا حالی مولانا شبلی، وغیرہ سے خراج تحسین وصول کر چکے ہیں، فارسی کی ترویج و توسیع کے خیال سے انھوں نے قند پارسی کا انشا شروع کیا تھا، اسکی مقبولیت کا اس سے بہتر کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ خود مشہور ایرانی اساتذہ نے اسکی داد دی تھی اب یہی مضامین خطوط اور نظمین گوہرین نامہ کے نام سے شائع کی گئی ہیں ان کے علاوہ ہندوستان اور ایران کے بزرگوں نے جو خطوط ان کے نام و مقامات لکھے تھے وہ بھی اس میں شامل کر دیے گئے ہیں جس کے ذریعہ ہم کو مولوی حالی، مولانا شبلی، امیر مینائی وغیرہ کے بہت سے غیر مطبوعہ خطوط کی زیارت کا موقع مل گیا ہے، ابتداء میں حضرت ثاقب اور ان کے والد ماجد مولوی محمد نصر اللہ خان بہادر کی عکسی تصاویر ہیں، مولوی شمس الدین احمد صاحب پروفیسر بی۔ بی۔ کا لچ منظر پورے فارسی میں ایک مقدمہ لکھ کر مولوی صاحب موصوف کی خاندانی علمی حالات بتائے ہیں، یہ مجموعہ تنوع مباحث و مضامین کے لحاظ سے بہت دلچسپ ہے اور ہر صاحب ذوق کو اس کا مطالعہ کرنا چاہئے، کتاب ۲۱ صفحات پر مشتمل ہے اور غیر میں غیر دارالافتاءین اعظم گڑھ سے مل سکتی ہے،

**سیاسیات**، یورپ کی جنگ عظیم اور جدید ملکی تحریکات نے اردو دان طبقہ میں بھی

عمومی سیاسیات کا ذوق پیدا کر دیا ہے، اور ہر شخص اس میں دلچسپی لینے لگا ہے، اگرچہ واقعات، حالات اور بیانات کی بنا پر لوگ اپنی اپنی رائے قائم کر سکتے ہیں لیکن جب تک نفس علم سے واقفیت نہ ہو، اس قسم کی رائے یقیناً صحت سے بہت دور ہوتی ہیں، اردو میں اس علم پر کوئی کتاب کیا کوئی رسالہ بھی

موجود نہ ہے، جناب محمد امجد علی صاحب نے اسے علیگ کو مبارکباد دیتے ہیں کہ انھوں نے نہایت ہی خوش اور سحر طاقیت سے اس کی کوچہ کر کے کی کوشش کی ہے اور اس میں وہ بڑی حد تک کامیاب ہوئے ہیں، یہاں تک کہ اسے بھی کتاب میں کوئی کمی نہیں ہے، طرز بیان بھی بہت پسندیدہ ہے، اور ہر شخص بہت آسانی سے اس کتاب کو پڑھ کر سیاسیات سے اچھی طرح واقفیت حاصل کر سکتا ہے، حقیقت یہ ہے کہ سیاسیات کا علم کجکل کی تمدن زندگی کا ایک غیر منفک جزو ہو گیا ہے، اور ہر قدم پر اقتصادیات میں تنظیم حکومت میں، تجارت میں، ملکی اور بین الاقوامی مباحث میں، معاشرت میں، غرض ہر چیز میں ہم کو اسکی ضرورت پڑتی ہے، اور اس کے بغیر ہم ایک قدم بھی نہیں بڑھا سکتے، مصنف نے انھیں ضروریات کو پیش نظر رکھ کر یہ جامع کتاب لکھی ہے اور اردو میں ہم اس کو اس علم کا سنگ بنیاد کہہ سکتے ہیں، البتہ بعض مقامات پر انھوں نے انگریزی اصطلاحات کا جو ترجمہ کیا ہے، ان سے ہکو اختلاف ہے، مثلاً *Common*، *Law* کا ترجمہ اعتدال پسند ہونا چاہئے (*Common*) کا نوآبادی، یا مستمرہ راج ہو چکا ہے اسی طرح تنفیذی کا لفظ ہے اور *Assembly* *Legislature* کے لیے صنیعات یا اساطیر کا، پھر بھی کتاب بہت دلچسپ، مفید اور پراثر معلومات ہے، سیاسیات سے ہر دلچسپی رکھنے والے کو چاہئے کہ اس کا غائر مطالعہ کرے، کتاب ۲۱ صفحات پر مشتمل ہے، قیمت مجلد غازیانظم قومی دارالاشاعت سرانے گڑھا، الہ آباد سے مل سکتی،

**آزادی اقوام**، روسی اشتراکی نالیستی کی تصنیفات سے اردو دنیا ایک حد تک واقف ہو چکی ہے، یہ رسالہ بھی اسی مصنف کے جسے دنیا کی موجودہ تحریکات کا بانی کہا جاسکتا ہے، ایک رسالہ کا ترجمہ ہے، مترجم قاضی ایقان حسین صاحب بی۔ اے ہیں، ترجمہ اچھا ہے لکھائی چھپائی بھی اچھی، قیمت ہر مصنف سے سلطان مشن ڈوگری ممبئی کے تہ سے طلب کیجئے،

**بانچیان**، ڈاکٹر سر رابندر ناتھ ٹیگور نے نوبل پرائز پانے کے بعد علمی دنیا میں جو توجہ حاصل کر لی ہے، اس کا یہ لازمی نتیجہ ہے کہ ان کا ایک ایک حرف دنیا کی مختلف زبانوں میں ترجمہ ہو کر پھیل جاتا ہے



اس وقت تک انکی ایک درجن سے زیادہ کتابیں تمام دنیا میں پھیل چکی ہیں لیکن اردو کو ان کے بعض  
 انسانوں کے علاوہ انکی صرف ایک کتاب گیتان جلی کا ترجمہ دیکھنا نصیب ہوا ہے لیکن یہ ترجمہ بھی  
 ایک حد تک جیسا کہ بعض اردو دان بنگالیوں کا خیال ہے غلط ہے اور شاید ملک میں انکی کوئی مکتبہ  
 بھی نہیں ہوئی کہ اب تک اس کے دوسرے اڈیشن کی نوبت نہیں آئی ہے اب کلکتہ کی میٹروپولیٹن  
 دوسرے مجموعہ نظم گارڈنر کا ترجمہ اس نام سے شائع کرایا ہے اس کے مترجم جناب حامد حسن صاحب قادی  
 اڈیٹر اخبار سعید کانپور ہیں ترجمہ میں سلاست کی کمی ہے ہم آئندہ کسی نمبر میں ان دونوں کتابوں (گیتان  
 جلی اور باغبان) پر اظہار خیال کریں گے پھر بھی کچھ "نہیں" سے بہتر ہے کہ اصول پر یہ فقہیت ہے بہتر ہوتا  
 کہ اردو دان بنگالی حضرات اس طرز منوجہ ہوتے تاکہ ترجمہ در ترجمہ سے جو فقدان روح معنی پیدا ہو جائے  
 وہ ایک ٹکڑے ہو جائے کتاب کے ۴۰ صفحات ہیں بقیہ چھوٹی طباعت اچھی ہے قیمت ۴۰ پیسے مکملن کمپنی کلکتہ طلب  
**آزادی کے سبق** مولانا عبدالرحمن صاحب ندوی نگرانی نے ترک موالات کے پرشورشا  
 میں ہندوستانی آزادی پر ایک خاص طرز میں خالص مسلم نقطہ نگاہ سے متعدد مضامین لکھے تھے جن میں انھوں  
 نے بتایا تھا کہ انسان آزاد پیدا ہوتا ہے اس کو آزاد رہنا چاہئے اسلام کی بھی یہی تعلیم ہے اس کے بعد قابل  
 مضمون نگار نے حصول آزادی کے مشکلات پر نظر ڈالی تھی اور حضرت موسیٰ کی مساعی نجات کو مفصل بیان  
 کیا تھا اس کے ساتھ ہی حب الوطنی ترک موالات وغیرہ پر بھی ایک مخصوص طریقہ سے روشنی ڈالی تھی یہ مضامین  
 اس وقت بہت مقبول ہوئے تھے اب ان کو ایس کے عزیز کمپنی نے ایک نئی تحریر کے تین صفحات کے چیم  
 کے ساتھ رسالہ کی صورت میں شائع کیا ہے اس سلسلے میں (۱) آزادی کی قدر قیمت (۲) آزادی کلستر (۳) آزادی  
 (۴) سول نافرمانی پر قرآن حکیم کا ایک نظر (۵) آزادی کی ایک نشانی (۶) آزادی کی تحریک حکومت کا طرز عمل (۷) خداوند خدا کی جنگ  
 یا زوال فرعون کتاب ۷ صفحات کی ہے لکھائی چھپائی اس سے بہتر ہونی چاہئے تھی قیمت ۶  
 روپے کا پتہ: ایس کے عزیز کمپنی شیر نوالہ دروازہ لاہور